سلسلۂ اشاعات مجلس تقدم العلوم

# اِضافت

— موسوم بہ —

## معیار الفصاحۃ فی تشریح الاِضافۃ

اس کتاب میں اضافت کا مفصل بیان اور اردو و فارسی زبان کے صدہا قواعد و اصول بڑی تحقیق و تدقیق سے لکھے گئے ہیں جس سے واقف ہونا ہر اردو اور فارسی بولنے اور پڑھنے والے کیلئے نہایت ضروری و لازم ہے

— جسکو —

علامۃ العصر مولانا مختار احمد صاحب

معتمد مجلس تقدم العلوم و معتمد مجلس جغرافی وغیرہ نے تصنیف کیا

— اور —

س۔ ع علی نے ایڈٹ کیا

[illegible]

حقوق محفوظ

ہر کتاب پر مصنف کی مہر اور دستخط ہو وہ مسروقہ سمجھی جائیگی

To

DR. SIR AKBAR HAIDARĪ, NAWWĀB HAIDAR NAWĀZ DJANG BAHĀDUR B. A. LL. D., Finance Minister, Head of the Hyderabad Delegation to the Indian Round Table Conference, The President of Madjlis o Tak[illegible] ul Ulum and The Founder of the Usmāniya University etc.

## THIS BOOK IS MOST RESPECTFULLY DEDICATED TO,

in acknowledgement to his unceasing and successful efforts to promote the *Sciences, Arts* and *Literature* Oriental and Occidental, Chiefly *Urdū* and in recognition of His being the *Founder* of the *Elementary* and *Higher Education* and *Culture* in the Nizam's Dominions and his *worthiest* and *ablest representation* in *The Round Table Conference* which secured him *The British Premier's* appreciative Title of *The Second Best* (i. e. next only to our August Ruler H. E. H. the Nizam)

BY

SAIYID MUKHTAR AHMAD

THE AUTHOR

(ب) وَسطانی زبانیں:۔ راجستھانی (مارواڑی)، پہاڑی گجراتی، پنجابی، شرقی ہندی (پوربی، اودھی)۔

(ج) خارجی (بیرونی) زبانیں:۔(۱) شمال غربی گروہ:۔ کاشمیری، کوہستانی، لہندا، سندھی، (۲) جنوبی زبان:۔ مراٹھی (۳) شرقی گروہ:۔ بہاری، اوڑیا، بنگالی (بنگلا)، آشامی (آسامی)

ثالث۔ دروڑ (دراوڑ) بھاشائیں جو جنوبی ہندوستان اور بلوچستان وغیرہ میں رائج ہیں:۔

(الف)۔ خاص دروڑی طائفہ:۔ تامل (آروِی)، ملیالم کوڈک (کرگی)، تُلُو، تودہ، کوتہ، کُرکھ (اوراؤں)، ملتو، کولامی کنڈیا کنٹر (لیکن اردو میں کنڑی ہے) جس کا قدیم نام کرناٹ ہے۔ اس کی اصل (کار = کالا + ناڈ = ملک) ہے +

(ب) متوسط زبان:۔ گونڈی وغیرہ جو صوبہ ہائے متوسط میں بولی جاتی ہے۔

(ج) آندھر بھاشا۔ تلنگی (کوئٹاو، وڈری، کاماٹھی وغیرہ) فائدہ۔ تلنگی (تلنگانہ کی بولی) اردو لفظ ہے لیکن تلنگے اس کو تیلگ کہتے ہیں +

(د) براہوئی (جو بلوچستان میں رائج ہے)۔

رابع۔ مُنڈا زبانیں، جن کا دیس (مسوطن) چھوٹا ناگپور ہے، کھیرواری کُورکُو، کھڑیا، جَانگ، سَورہ گدَبا۔

خامس۔ ہندی چینی کے دو شُعبے مون کھمیر (ہندِ چینی کی بولیاں) اور تُبتی بَرمی (بہ ضمہ تاے فوقانی) کا ہندوستان سے لسانی و جُغرافی تعلّق بہت ہی کم ہے۔

فی زمانِنا اُردو زبان ہندوستان کے تمام عَرض وطُول میں رَواج دَوام اور قبولِ عام پاکر خارجِ مُلک میں بھی نافِذُ العمل ہوتی جاتی ہے اور اس نے اپنے روز افزوں کثیر التّعداد نَفائس اَدبیّہ وعِلمیّہ (شاہ کاروں) کے باعث اَعلیٰ و مُرتقی زبانوں کا درجہ حاصل کرلیا ہے چوں کہ اردو طبیعی زبان ہے۔ اور اُمُّ الالسنہ عَربی، مرکزی آریہ زبان

---

سے برعکس اس کے، سنسکرت اِصطِناعی زبان ہے، اس اِجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب آریا قوم نے کثرتِ نسل کے باعث اپنے اصلی وَطن ایران میں بود و باش کی زیادہ گنجائش اور وُسعت نہ دیکھی تو اس کے بعض گروہ مُہاجرت کر کے افغانستان اور پنجاب میں پہنچے ان کی زبان مُرورِ دُہور اور محیطات (آب و ہوا و غیرہ) کی وجہ مرکزی زبانوں زَند (پدری) یا ہخامنشی سے متغیر ہوکر وَیدک کہلائی یہ مُسلّم ہے کہ ان دونوں زبانوں زَند و وَیدک کی کتابت (حروفِ ہجا) شرقی آرامی (سِماری اِپیفی یا میخی کتابات یعنی کیونی اِفارم رائٹنگ)

## فارسی اور ہندوستان کی پراکرت وَرج (بْرَج) بھاشا وغیرہ کے

جو ایک سامی زبان اور عربی کی بیٹی یا کم سے کم چھوٹی بہن ہے سے ماخوذ ہے جس طرح یونانی و لاتینی (لاطینی) کی تحریر فینیقی (صَیداوی) زبان سے کہ وہ بھی عربی کی ایک بیٹی ہے اخذ کی گئی ہے یونانی و رومانی (لاتینی) حروفِ تہجی کو یوروپ کی موجودہ تمام زبانوں المانی (آلمانی)، ہولندی، بلجیکی (بلژیکی)، انگریزی۔ ایطالیائی (تلیانی یا اطلیانی) فرنسی (فرانسیسی)، اسپانی، پرتگالی (پرتگالی)، سوئیسری (سوئیسرالی) سویدی (اسوجی) نورویجی (نروجی)، وانیمرکی، نمساوی، روسی، وغیرہ نے اختیار کر لیا ہے، مختصر یہ ہے کہ دو سامی زبانوں فینیقی (کنعانی، صَیداوی) اور ارامی نے جو عربی کی فروع ہیں تمام دنیا کو کتابت (لکھنا) سکھائی۔ آدم بر سر مطلب ہماری آریا ارامی خط اختیار کرکے وَیدک کو ضبطِ تحریر میں لے آئے جیسا کہ کھروشٹھی کتابت (گاندھاری یا گندھاری) {جو قدیم ارامی تحریر کی کسی قدر متغیر شکل اور دہنی سے بائیں جانب لکھی گئی اور جو غالباً چوتھی اور تیسری صدی قبل مسیح پنجاب میں رائج کی گئی} سے ثابت ہے محققینِ معاصر کا خیال ہے کہ تیسری صدی ق۔م تک ہماری آریاؤں کے پاس کسی قسم کی تحریر موجود نہ تھی، پہلے پہل بودھ راجا اشوک نے اپنے عہد میں مذہبی احکام لاٹھوں اور چٹانوں پر کندہ کرائے بعد ازاں

اختلاط و امتزاج کا نتیجہ ہے لہٰذا اس زبان میں ہر قسم کے تخیلات،
تاثرات، جذبات، احساسات و ابکارِ افکار کے اظہار اور علمی
ادبی و صناعی اصطلاحات کے وضع ہونے کی کما حقہٗ قابلیت ہے

---

سامی تحریر کی جہت (دہنی سے بائیں) بدل دی ان کا خط اس شمالی سامی تحریر سے
جو فینیقی کتابات میں اور بادشاہ میشع کے حجرِ موآب پر ثبت ہے، ماخوذ ہے
بعد ازاں انھوں نے اپنی زبان کو ترقی دینا چاہا، ان کے سامنے السنۂ سامیہ
موجود تھیں، جن سے بڑھ کر کوئی مرتقی و تصریفی زبان ظہور میں نہیں آئی اور جو تمام
دنیائے معلومہ میں مروّج تھیں، ان کے علاوہ دکھن (دکن) میں اندھرا اور
دروڈ (دراوڑ) بھاشائیں خصوصاً تامل (اردوی) بڑی ترقی یافتہ بھاشا
تھی، ہندی آریاؤں نے مذکورہ بالا زبانوں کے اکثر محاسنِ ادبیہ اور الفاظ علمیہ اپنی
ویدک میں منتقل کر لئے، پھر کوش (لغت) کو مدوّن اور ویاکرن (تحلیل، صرف و نحو) کو
منضبط کر کے جب اس کو خوب آراستہ و پیراستہ کر لیا تو اس کا نام سنسکرت رکھا، جو مرکب ہے
سم = اچھا اور کرت = کیا ہوا (کر = کرنا سے اسم مفعول ہے) سے پس سمسکرت یا سنسکرت کے
معنے ہوئے مہذّب، مصفّا، قواعد سے مزیّن، پیوستہ وغیرہ واضح خاطر ہو کہ سنسکرت کبھی بولی
نہیں گئی، البتہ حکومت کی اعانت سے اس مصنوعی زبان میں چند صدیوں تک صرف ادبی و
علمی تصنیف تالیف ہوتی رہی پھر یہ بھی متروک ہو گئی لہٰذا اس زبان پر زندہ یا مردہ کا اطلاق صحیح نہیں
کیونکہ جو پیدا ہی نہیں ہوئی وہ مرے گی کیا؟ مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہو گا کہ سنسکرت صناعی زبان ہے نہ کہ طبعی

مثلاً مُستَشرِق[1] (شرق شناس۔ شرقی زبان اور تاریخ و تمدّن سے واقف جس کی ضِد مُستَغرِب[2] ہے)۔ مُستَعرِب[3] (عَرَب شناس، عرب کی تاریخ قوم یا زبان کا عالِم) مُستَفرِس[4] مُستَہنِد[5] مُستَمصِر[6] مُستَصِین[7] وغیرہ یعنی فارس (ایران)، ہند، مِصر، صِین (چین) وغیرہ کی تاریخ و ادب کی جانب اِعتنا کرنے والا۔ تَعَرُّب (عربوں کے خصائِص اختیار کرنا) تَعرِیب (عربی بنانا، عربی میں ترجمہ کرنا) تَفرِیس (فارسی بنانا) تَہنِید (ہندی بنانا)۔ تاُرِید (اردو بنانا) اسی طرح تَفَرنُج (فرنگیوں کے اخلاق و خصائِل اختیار کرنا) مُتَفَرنِج (یوروپی یا فرنگی بنایا ہوا)، جیسے کیبِل[8] (رسّی) متفرنج ہے حَبل کا اور حَبل ایک لہجہ ہے عربی جَبل کا۔ آرسینَل متفرنج ہے عربی دارُالصِّناعہ کا + عربی لفظ اَرض سے عِبرانی اَرِص اور اس سے یونانی و انگریزی میں اَرتھ ہوا جس کو عامّی لہجے میں اَرتھ (زمین) کہتے ہیں + اَنِیبَل یا ہَنِیبَل (Hannibal) جو اہل قَرطاجَنّہ کا سپہ سالار تھا، دراصل حانّ بَعل یا حنّان بَعل ہے حانّ بروزن دالّ و حاجّ اسم فاعل ہے اور حَنّان بروزن مَنّان اِسم مبالغہ ہے، حانّ و حَنّان کے معنے ہیں بخشنے والا۔ خدا کا ایک صفاتی نام

---

(۱) Orientalist (۲) Occidentalist (۳) Arabist
(۴) Persianist (۵) Indianist (۶) Egyptologist
(۷) Sinologist (۸) Cable

اسی طرح جوہان (Johann) مُتفرّع ہے یُوحَنّا (بہ فتح حا) کا اور یُوحَنّا (یحییٰ) دراصل یَہُوحَنّان ہے۔ یَہُو یا یاہُو (یَہُود کا خدا) اور حَنّان بخشندہ مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ اُردُو زبان فارسی وسَنسکرت سے بہت وسیع و مُرتقی ہے اور بہ لحاظِ غزارتِ مادّہ، انگریزی زبان سے ہرگز اَدْنیٰ نہیں ہے۔ کسی زبان کو محفوظ اور مَصُون رکھنے کے دو بڑے ذرائع ہیں۔ اوّل اس کا مبسوط و مُستَنَد لُغت ثانی اس کی جامع و صحیح قَوَاعد۔ انگریزی، عَرَبی وغیرہ عُمُومی زبانیں ہیں لیکن ان کو انھیں وَسائل کی کثرت نے زیادہ اختلاف و تخریب سے بچا رکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اُردُو میں یہ دونوں عامل مفقود ہیں یوں تو قوَاعد کی کتابیں حَشَراتُ الاَرض سے زیادہ پڑی پھرتی ہیں، لیکن صحیح معنے میں کسی مُستَنَد و کامل قوَاعدِ اردو کا وُجود ہنوز عَنقا کا حُکم رکھتا ہے

---

ے اردو دراصل تُرکی اوردُو (بہ واو اول مجہول و واوِ دوم معروف) ہے جس کے معنے پڑاؤ یا خیمہ ہیں انگریزی لفظ ہورڈ (horde) بھی جس کے معنے خانہ بدوش قوم گروہ ہیں اسی اوردُو کا تفرّع ہے۔ ہندوستانی (ہندوستان سے منسوب ہندوستان کی زبان یا باشندہ) فارسی ہے اور ہندی جو ہندوستانی کا مرادف ہے عَرَبی لفظ ہے۔ ہنود نے اپنی زبان فرنج (برج) کا نام ہِندی اور اہلِ اِسلام نے ہندوستان کی عُمومی زبان کا نام اُردُو رکھا ہے جس کو بعض اصحاب خصوصاً اِفرَنج (فرنگی) ہندوستانی کہتے ہیں۔

بِنا ءً عَلَیہ اب سے کوئی دس برس پہلے مغفرت مآب نوّاب عماد الملک مولانا سید حسین بلگرامی (جو عالمِ علمی میں عدیم المثال تھے) کی تحریک سے والد محترم مؤرّخِ اِسلامی علّامۃ العصر مولانا سیّد مختار احمد صاحب نے قواعدِ اُردو کا ایک مسوّدہ کوئی دو ہزار صفحات میں کثیر المشاغل ہونے کی وجہ استعجالاً لکھ دیا تھا، جس کو خود بابِ عصر دیکھ کر آش آش کرتے تھے، لیکن اس کے ساتھ ہی معارف پرور نوّاب صاحب ممدوح مرحوم و مغفور ہو گئے۔ ع

آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

مسوّدہ مصارف طباعت کے بہم نہ پہنچنے سے طاقِ نسیان ہی پر دھرا رہا اگرچہ اس کتاب کی تصنیف و تالیف ایک بہت بڑی مُلکی و قومی خدمت ہے لیکن چونکہ اکثر ہندوستانی رُؤسا و اُمرا العاب و تفرّجات اور لایعنی مشاغل میں شب و روز منہمک رہتے ہیں اور جن کے ارکانِ حکومت و مُستشارانِ معارف قلیل العلم ہوتے ہیں، اس لئے میں نے اُن سے ایسی خالص علمی اور اعلیٰ اِنتقادی کتاب کے لئے لاحاصل استعانت و اِستدعا کو علوم و آداب کی تذلیل کا موجب خیال کیا، البتہ بعض حکومات خصوصاً سلطنت برطانیہ سے کامل توقع ہے کہ اس نہایت ہی ضروری اَدَبی

کتاب کی قدردانی کی جائے گی۔ واللہ المستعان والیہ التکلان۔

المختصر خود میں نے عزم بالجزم کرلیا ہے کہ اس جامع و معتبر قواعدِ اردو کو کئی حصص میں طبع کراؤں، فی الحال اس کا ایک حصہ جس میں اضافت کا مفصل بیان ہے، شائع کیا جاتا ہے۔ کتاب کی نسبت صرف اس قدر عرض کرنا کافی ہے۔ "مشک آن ست کہ خود ببوید نہ عطار گوید"

آخر میں اِن حضرات کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جنھوں نے اس کتاب کے مسوّدہ کو بڑی دلچسپی اور اِمعانِ نظر سے ملاحظہ فرماکر ممنون فرمایا۔

عالی جناب مولانا سید محمد علی صاحب مستوفی الملک و ناظم سررشتہ ہائے دیوانی، مال، ملکی، اسٹیمپ، مناصب، خطابات، مواجب و سجلات وغیرہ

عالی جناب مولانا عبدالحق صاحب بی۔ اے (علیگ) پروفیسر اردو کلیۂ جامعۂ عثمانیہ و معتمد انجمن ترقی اردو۔

عالی جناب مولانا عبداللہ عمادی صاحب ناظر مذہبی دارالتالیف والترجمۂ جامعۂ عثمانیہ سابق رئیس التحریر البیان و دیگر مجلات و جرائد۔

عالی جناب نواب حیدر یار جنگ بہادر مولانا سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی لکھنوی سابق پروفیسر نظام کالج و ناظر ادبی دارالترجمہ جامعۂ عثمانیہ۔

عالی جناب راجہ راجیشور راؤ بہادر والی سمستھان دومکنڈہ مؤلف کُتُبِ اَدَبیّہ و قاموس الہند (فرہنگِ راجیشوری) وغیرہ۔

عالی جناب کے قباد صاحب بی۔ اے، بی۔ ال مددگار معتمد محکمۂ سیاسیات سرکار عالی۔

عالی جناب مولانا خان فضل محمد خان صاحب ام۔ اے (کینٹب) ناظم معارفِ عُمومیّہ ممالکِ محروسۂ سرکار عالی

علاوہ ازیں برادرم مولوی سیّد نثار احمد صاحب ہاشمیؔ برادرم مولوی سیّد جمیل احمد صاحب منشی فاضل اور ہمشیرہ محترمہ بیگم صاحبہ حسن رُشدی و برادرم محمد حبیب اللہ رُشدی ام۔ اے مُدیرِ نظام گزٹ نے کتاب کی تالیف اور تصحیح مسوّداتِ مطبوعہ (پروف) میں بڑی اعانت کی جس کا اظہار تشکّر بھی ضروری ہے فقط

سید عبدالرحمٰن حلمی تحریکِ معتمدِ مجلسِ تقدم العُلُوم

نامپلی (۲۲۳) حیدرآباد دکن

# اِضافَت

**تَعرِیف** | عَرَبی میں اِضافَت کے لُغوِی معنی ہیں، لگاو ، نِسبت ، تعلُّق۔ اِصطِلاحِ نَحو میں "کسی اِسم کو دوسرے اِسم کی طرف نِسبت کرنا" اِضافت ہے۔

**مُضَاف۔ مُضاف اِلَیہ** | جس اِسم کو دُوسرے اِسم کی طَرف نِسبَت کرتے ہیں اس کو **مُضَاف** کہتے ہیں، اورجِس اِسم کی طرف نِسبَت کرتے ہیں اِس کو **مُضَاف الیہ** کہتے ہیں۔ جیسے :۔

زید کا قلم۔ احمد کی کتاب۔ سوداگر کے گھوڑے۔

اِن مِثالوں میں قلم کا لگاو زید سے اور کتاب کی نسبت احمد سے گھوڑے کا تعلق سَوداگر سے ہے۔ اس لئے قَلم۔ کِتاب گھوڑے مُضَاف ہیں اور زید۔ احمد۔ اور سوداگر مُضَاف اِلَیہ ہیں۔

# اُردو اِضافت

اُردو میں اِضافت کی علامتیں نو (۹) ہیں۔

کا۔ کے۔ کی۔ را۔ رے۔ ری۔ نا۔ نے۔ نی

(۱) پہلی تین علامتیں (کا۔کے۔کی) اِسم اور ضمیر غائب کے ساتھ آتی ہیں۔ جیسے۔

احمد کا بیٹا۔ احمد کے بیٹے۔ احمد کی بیٹی یا بیٹیاں۔

اُس کا بھائی۔ اُس کے بھائی۔ اُس کی بہن یا بہنیں۔

اُن کا مکان۔ اُن کے مکان۔ اُن کی کتاب یا کتابیں۔

(۲) درمیانی تین علامتیں (را۔رے۔ری) ضمیرِ متکلّم و مُخاطب سے مخصوص ہیں جیسے:۔ میرا خط۔ میرے خط۔ میری تحریر یا تحریریں۔

ہمارا چاقو۔ ہمارے چاقو۔ ہماری دَوات یا دَواتیں۔

تیرا خیال۔ تیرے خیالات۔ تیری بات یا باتیں۔

تُمھارا ہاتھ۔ تمھارے ہاتھ۔ تمھاری اُنگلی یا اُنگلیاں۔

(۳) پچھلی تین علامتیں (نا۔نے۔نی) آپ (خُود) سے مُتعلّق ہوتی ہیں جو مُخفّف ہوکر اَپ ہوجاتا ہے جیسے۔ تُم اپنا راستہ لو۔ وہ اپنے مکان بیچ رہے ہیں۔ ہم نے اپنی رقم وصول کرلی

مُرکّبِ اِضافی | مُضاف۔ مُضاف اِلیہ اور عَلامتِ اِضافت کے مجموعے کو

مُرَکَّب اِضافِی کہتے ہیں۔

اُردو میں مُضافُ اِلیہ مُضاف سے مُقَدَّم لایا جاتا ہے۔ جیسے

اِس باغ کا ہر ہر دَرَخت پھُولا پھَلا ہے۔

البتہ اہتمام اور تاکید کے لئے مُضاف کو مُقَدَّم اور مُضافُ اِلیہ کو مُؤخّر کر دیتے ہیں جیسے۔ ہر ہر دَرَخت اِس باغ کا پھُولا پھَلا ہے۔

# فارسی اِضافَت

فارسی میں اِضافَت کی عَلامَتیں یہ ہیں۔

(۱) مُضاف کے آخِر حرف کو کَسرہ لگایا جاتا ہے جیسے کتابِ زید قَصرِ سُلطان۔

(۲) اگر مُضاف کا حَرفِ آخر حَرفِ مَدّہ (الف یا واو) ہو تو ہمزہ اور ی (ئے) زیادہ کی جاتی ہے۔ جیسے دیبائے روم بُوئے گُل ذوق سے

جو روتا کھول کر جی تنگنائے دَہر میں عاشق

تو جُوئے کہکشاں میں بھی فَلک پر خُوں رواں ہوتا

یمینُ السَّلطنہ شادؔ سے ہوں گدائے پنجتن اَے شاد دیتا ہوں دُعا

اَوج پر آصف کا یہ دَربارِ ستاہانہ رہے

(۳) اگر مُضاف کا حَرفِ آخر ہائے مُختفی ہو تو اس کو ہَمزہ مُلَیّنہ سے بدل

دیتے ہیں جیسے نامۂ دوست۔ آبلۂ پا۔ بندۂ خدا۔ نگار خانۂ مانی۔

ذوق ؎ ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں
دیگا تمام عقل کے بخیے اُدھیڑ تو

غالب ؎ قبلۂ کون و مکاں خستہ نوازی ہیں یہ دیر
کعبۂ امن و اماں عقدہ کشائی ہیں یہ ڈھیل

حالی ؎ پھر گئے دلدادۂ فرماں تھے جو چھٹ گئے وابستۂ داماں تھے جو

لیکن اصلی ہا قائم رہے گی اور اسی کو کسرہ اضافت لگایا جائے گا جیسے مہ نخشب۔ شہ کونین۔

غالب ؎ چھوڑا مہِ نخشب کی طرح دستِ قضا نے
خورشید ہنوز اس کے برابر نہوا تھا

کرو دونوں آنکھوں کے طبقے یہ روشن کہ ہو ایک رشکِ مہِ چاردہ تم
سنا ہے کہ تم نور سے اپنے کرتے منور ہیک جلوہ چودہ طبق ہو

(۴) اگر نظم میں مضاف کے آخرِ حرف واو (جو حرفِ مدہ ہے) آئے لیکن وہ ملفوظ نہو یعنی پورے طور پر ادا نہ کیا جائے بلکہ صرف ضمہ کی آواز دے تو اضافت کے لئے (ئے) نہیں لگائی جاتی صرف کسرہ اضافت لگایا جاتا ہے۔ جیسے ناسخ ؎

اٹکھیلیوں سے چلتے ہو تم مجھکو ڈر یہ ہے اُلجھیں کہیں نہ گیسوئے خمدار پاؤں میں

(۵) اگر مُضافٗ کا آخرِ حرف (ی) ہو تو اِضافت کے لئے ہمزہ اور ی (ئے)
زیادہ کی جاتی ہے اور اصلی ی کی جگہ حرفِ ماقبل پر صرف کسرہ باقی
رہ جاتا ہے مثلاً انگشتری سے انگشترِئے طلا۔ سردی سے سردِئے زمستان

تم نے مجھکو جو آبرو بخشی ۔ ہوئی میری وہ گرمئے بازار
تنگئے دل کا گلہ کیا یہ وہ کافر دل ہے ۔ کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشاں ہوتا
قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن ۔ ہم کو تقلیدِ تنک ظرفئے منصور نہیں

(۶) جب کسی مُضاف کے آخر یائے ساکن ماقبل مفتوح ہو تو اِضافت
میں (ئے) زیادہ کی جاتی ہے لیکن اصلی ی کی جگہ حرف ماقبل پر
کسرہ نہیں آتا وہ حرف مفتوح ہی رہتا ہے جیسے:۔

دنیا ہو اور تو ہو الٰہی بہ خرمی ۔ تیرے نصیب جامِ مئے عیش ہو مدام
تا زباں رد دہر میں ہو فلسفی کا یہ کلام ۔ ہے بنئے افلاک لازم نفی خرق و التیام

# عربی اِضافت

عربی اِضافت میں مُضاف پر تنوین نہیں آسکتی اور مُضاف اِلیہ ہمیشہ
مجرور رہتا ہے جیسے:۔ تاجُ سلطانٍ نہ کہ تاجٌ سلطانٌ ۔ ابنا ُجنسٍ ۔
لیکن اردو فارسی میں ایسی اضافت کا استعمال نہیں بلکہ عربی
اِضافت کی جگہ فارسی اِضافت استعمال کرتے ہیں جیسے جبلُ طارق

کی بجائے جَبَلِ طارِق  حالیؔ

کیا یہ زیبا ہے؟ کہ دینِ حق کو اے اَبنائے جِنس
زور سے مٹواؤ تم اور ندیاں خوں کی بہاؤ

(جَبَلُ طارِق کی جگہ جبلُ الطارق کہنا غلط محض ہے کیونکہ اسم معرفہ پر الف لام (ال) تعریفی داخل نہیں ہو سکتا طارِق اسلامی فاتح اَندلُس کا نام ہے اس لئے اسم معرفہ ہے)

جب مُضاف اِلیہ پر الف و لام داخل ہوتا ہے تو اس سے تنوین جاتی رہتی ہے لیکن آخرِ حرف مَجرُور رہی رہتا ہے۔ جیسے:۔ اِبنُ العَمِّ۔ مِفتَاحُ الاَدَبِ۔ لِسَانُ القَومِ۔ مَلِکُ الشُّعَرَاءِ۔ شِعرُالعَرَبِ وغیرہ۔

اُردو اور فارسی میں عربی اِضافت کی یہی صورت مُستَعمَل ہے البتہ آخرِ حرفِ (مَجرُور) کو ساکِن یا موقوف کر دیتے ہیں۔ جیسے:۔ اِبنُ العَمْ۔ مِفتَاحُ الاَدَبْ۔ لِسانُ القَومْ وغیرہ  حالیؔ

میں تمھیں پستی سے پہنچاؤں گا تا اَوجِ کمال  میں تمھیں دیکھوں گا جب گرتا ہوا لُوں گا سنبھال
قوم کا حامی ہوں اور اسلام کا یاور ہوں میں  چاہو۔ دارُالکُفر سمجھو مجھ کو یا دَارُالضَّلال

# اضافت کے خواص و اغراض

اگر مُضاف اِلیہ نکرہ ہے تو اِضافَت سے مُضاف میں ایک طرح کی

خصوصیّت۔ آجاتی ہے جیسے ۔ مرد کا قول۔ عورت کا لباس ۔ بادشاہ کا نوکر۔ یعنی مرد کا قول ہے عورت کا نہیں۔ عورت کا لباس ہے مردانہ یا بچوں کا نہیں اور بادشاہ کا نوکر ہے، فقیر وزیر یا سوداگر کا نوکر نہیں ۔

اگر مُضاف اِلیہ معرفہ ہو تو اِضافت سے تعریف و تعیین ہو کر مُضَاف بھی معرفہ ہو جاتا ہے جیسے :۔ احمد کا لڑکا (عمر)۔ لڑکا لفظ نکرہ تھا۔ ہر ایک " لڑکے" کو لڑکا کہہ سکتے ہیں۔ جب اس لڑکے کے لفظ کو احمد کی طرف نسبت کر کے کہا (احمد کا لڑکا) تو خاص لڑکا (یعنی عمر) ہو گیا۔ کیونکہ احمد ہی کے لڑکے کو احمد کا لڑکا (عمر) کہیں گے ۔ عام لڑکوں (موہن سوہن ۔ شرفو) پر اس کا اِطلاق نہ ہو گا ۔

چونکہ اِضَافت سے مضاف کی تخصیص اور تعریف ہو جاتی ہے اس لئے دو مساویوں میں اِضَافت نہیں ہو سکتی مثلاً نہ احمدِ احمد کہہ سکتے ہیں، نہ کتابِ کتاب ۔

البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ مُضاف الیہ سے کچھ اور مراد لیں مثلاً چشمِ چشم کہیں اور پہلی چشم سے بینائی مراد لیں یعنی آنکھ کی بینائی ۔ اِسی طرح کسی کو جانِ جاں کہیں اور مراد یہ لیں کہ انسان کے جسم میں جو کچھ ہے جان ہے وہ ایسا شخص ہے کہ جان بھی اُسے جان کی

طرح عزیز رکھتی ہے۔ عربی میں ایسی اضافت کو اِضَافَۃُ الشَّیِٔ اِلیٰ نَفْسِہٖ لِاِخْتِلَافِ اللَّفْظَیْن کہتے ہیں۔ اس کی ایک اور مثال سَیْلُ الْعَرِمِ ہے۔ سَیْل اور عَرِم دونوں کے معنے ہیں پانی کا بہاؤ ریلا۔ لیکن قرآنِ مجید میں جو سَیْلُ الْعَرِم آیا ہے وہاں عَرِم اس بند کا نام تھا جو یمن کے شہر مارِب (جو سَبا بھی کہلاتا ہے) میں واقع تھا جس کے ٹوٹ کر بہنے کا ذکر خدائے تعالیٰ نے کیا ہے۔

ا۔ مُضاف کو ہمیشہ نکرہ ہونا چاہئے۔ البتہ اِضافتِ اِبْنی میں بظاہر معرفہ معرفہ کی طرف مُضَاف ہوتا ہے۔ لیکن در اصل اس میں کوئی لفظ (پسر پور۔ ابن) محذوب ہوتا ہے۔ جیسے:۔
اَبُوالفضلِ مُبارَک یعنے اَبُوالفضل پسرِ مبارک

# اقسامِ اضافت

اِضافت کی چودہ (۱۴) قسمیں ہیں۔

(۱) اِضَافتِ تَملیکی۔ (۲) اِضَافتِ تخصیصی۔ (۳) اِضَافتِ بَیانی تبیینی (۴) اِضَافتِ توضیحی۔ (۵) اِضَافتِ ظَرفی (۶) اِضَافتِ توصیفی (۷) اِضَافتِ اِبْنی (۸) اِضَافتِ مُلاَبستی (۹) اِضَافتِ بِالتجنیس (۱) اِضَافتِ فاعلی (۱۱) اضافتِ مفعولی (۱۲) اِضَافتِ اِقترانی۔

(۱۳) اضافت تشبیہی (۱۴) اضافت استعارہ یا اضافت مجازی ۔

(۱) اِضافتِ تملیکی | جس میں مُضاف مملوک اور مُضاف اِلَیہ مالک ہو جیسے :۔ میرا مال ۔ احمد کا گھوڑا ۔ قصرِ شاہ ۔ بادشاہ کا مُلک ۔ وزیر کا باغ یا اس کے برعکس یعنی مضاف الیہ مملوک اور مضاف مالک ہو جیسے :۔ سلطانِ رُوم دکن کا بادشاہ ۔

(۲) اِضافتِ تخصیصی | وہ ہے جس میں مُضاف کا مُضاف اِلَیہ کے لئے خاص ہونا سمجھا جائے جیسے :۔ میرا کام ۔ تیرا نام ۔ احمد کا بھائی ۔ ریل کا اسٹیشن ۔ قصّاب کی دُکان ۔

کبھی اس میں مضاف مُضاف الیہ کا جُزء ہوتا ہے جیسے :۔ دستِ محمود (محمود کا ہاتھ) پائے احمد (احمد کا پاؤں) شاخِ درخت ۔ (بعض نے اضافت تخصیصی میں اضافت فاعلی و مفعولی و ابنی کو بھی داخل کیا ہے اور سبب و مُسبّب بھی شامل ہیں ۔)

سَبَب کی اضافت مُسَبَّب کی طرف جیسے ۔ تیغِ اِنتقام (بدلے کی تلوار) وہ تیغ جس کا باعث انتقام ہے ۔

مُسَبَّب کی اضافت سَبَب کی طرف جیسے :۔ درد ؔ

دل کا یہ احوال ہے غم سے تری اے مستِ ناز جیسے مُرجھایا ہوا دانہ کوئی انگور کا

کشتۂ غم ۔ شہیدِ وطن ۔ شہیدِ عشق (یعنی جس کی شہادت عشق کا

مُسَبَّب یعنی (نتیجہ ہے)۔ مُلک کی قربانی۔

(۳) اضَافتِ بَیانی یا تَبیینی وہ ہے جس میں مُضاف اِلَیہ مُضاف کا بیان واقع ہو یا جس سے مُضاف کی حقیقت و مادّہ معلوم ہو یا یوں کہو کہ مُضاف، اِس چیز سے جو مضاف الیہ ہو، بنا ہوا ہو مثلاً انگُشترِ نُقرہ (چاندی کی انگوٹھی) کاسۂ بِلّوَر (بِلّور کا پیالہ) ساعتِ طِلا (سونے کی گھڑی) دیوارِ گِل (مٹّی کی دیوار) قَلَم دانِ چوب۔ (معلوم نہیں تھا کہ قلمدان کس چیز کا ہے مضاف الیہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ لکڑی کا ہے)

(۴) اِضَافتِ توضیحی (جس کو اِضَافَۃُ العَامِ اِلیَ الخَاصّ بھی کہتے ہیں) وہ اِضافت ہے جس میں مُضاف الیہ مُضاف کی توضیح کرے مثلاً شہرِ دِہلی۔ دَریائے گنگ، رودِ نیل۔ مُرغِ ہُما۔

اِس اِضافت میں مُضاف عام ہوتا ہے اور مُضاف الیہ خاص یا یہ کہ مُضاف کُلّی ہوتا ہے اور مُضاف اِلیہ جُزئی اسی لئے مضاف الیہ پر مضاف کا اِطلاق ہمیشہ کرسکتے ہیں لیکن مُضاف پر مُضاف الیہ کا اِطلاق ہرجگہ نہیں کرسکتے جیسے رَمَضان کا مہینا (ماہِ رمضان) بَصرہ کا شہر (شہرِ بَصرہ) جمعے کا دن (روزِ جُمعہ) کتابِ گُلِستاں۔ درختِ سَرو اِن مثالوں میں رَمَضان کو مہینا، جمعے کو دن۔ بَصرہ کو شہر۔ گُلِستاں کو

کتاب اور سرو کو درخت کہہ سکتے ہیں لیکن ہر مہینے کو رمضان۔ ہر شہر کو بصرہ ہر دن کو جمعہ ہر کتاب کو گلستاں اور ہر درخت کو سرو نہیں کہہ سکتے

## اضافتِ تخصیصی اضافتِ بیانی اور اضافتِ توضیحی کا فرق -

بیانِ مذکور سے ظاہر ہے کہ اضافتِ تخصیصی اور اضافتِ توضیحی میں یہ فرق ہے کہ اگر توضیحی میں مضاف اور مضاف الیہ کو الٹ دیا جائے تو اصلی معنے قائم رہ سکتے ہیں جیسے شہرِ حیدر آباد سے حیدر آباد شہر لیکن اضافتِ تخصیصی میں یہ بات نہیں ہوتی یعنی غلامِ احمد یا دستِ زید کو بدل کر احمد غلام یا زید دست سے وہ معنے حاصل نہیں ہوتے۔

اضافتِ توضیحی اور اضافتِ بیانی میں یہ فرق ہے کہ توضیحی میں مضاف مضاف الیہ کے بغیر بھی پایا جاتا ہے لیکن مضاف الیہ مضاف کے بدون نہیں پایا جاتا یعنی مضاف الیہ کے وجود کو مضاف کا وجود لازم ہوتا ہے جیسے ملکِ ہندوستاں۔ جزیرۃ العرب بخلاف اضافتِ بیانی کے جس میں کبھی مضاف مضاف الیہ کے بدون بھی پایا جاتا ہے یعنی دونوں کے وجود لازم و ملزوم نہیں ہیں جیسے پلِ آہن۔ قلعۂ سنگ۔

(۵) **اضافتِ ظرفی**۔ وہ اضافت جس میں (۱) مضاف مظروف

اور مضاف اِلَیہ ظَرف ہوتا ہے باعتبار مکان کے مثلاً ہوائے صحرا (بیابان کی ہوا) بوئے گل ۔ آبِ دریا (دریا کا پانی) طلسِ چین ہند کی تلوار ۔ یا باعتبار زمان کے مثلاً سردئ زمستان ۔ گرمئ تابستان ۔ یا اس کے برعکس (۲) مضاف الیہ مظروف اور مضاف ظرف ہو جیسے شیشۂ گلاب ۔ شراب کا پیالہ ۔ طبقِ طعام کتابوں کا صندوق ۔

اِشارہ ۔ ظرف (لغوی ۔ برتن) مکان یا زمان، جگہ یا وقت کو کہتے ہیں ۔

اور مظروف وہ ہے جو ظرفِ مکاں یا ظرفِ زماں میں واقع ہو جیسے آبِ بحر (سمندر کا پانی) میں آب (پانی) مظروف، مضاف اور بحر (سمندر) ظرفِ مکاں، مضاف الیہ ہے گرمئ تابستاں میں لفظ گرمی مظروف، مضاف اور تابستاں ظرفِ زماں، مضاف الیہ ہے ۔

(۶) اِضافتِ توصیفی ۔ وہ ہے جس میں (۱) مضاف موصوف اور مضاف الیہ صفت ہو جیسے بے مرچ کا کھانا ۔ تڑاقے کی دھوپ ۔ فائدے کا کام یہاں کھانا دھوپ اور کام موصوف ہے اور بے مرچ کا تڑاقے کا ۔ اور فائدے کا صفت ۔ (۲) مضاف الیہ موصوف اور مضاف صفت ہوتا ہے اور مضاف و مضاف الیہ دونوں مل کر کسی اور موصوف کی صفت واقع ہوتے ہیں جیسے طبیعت کا

تیز۔ دِل کا تنگ۔ یہاں تیز طبیعت کی صِفت اور تنگ دِل کی صِفت ہے لیکن اُن دونوں کا موصوف وہ شخص ہے جس کو یہ کہہ سکیں کہ اس کی طبیعت تیز اور اس کا دِل تنگ ہے۔ اسی طرح ضروریُ الاظہار۔ مَدَنیِ الطَّبع ۔ قائِمُ اللیل۔ کریمُ النَّفس۔ دَنیّ الطَّبع۔ سَریعُ التَّغیر۔ وغیرہ۔

اِنتِباہ بعض نے اِضافت توصیفی کی سات (۷) ذیلی اَقسام لکھی ہیں لیکن درحقیقت یہ سب تکلّف (بحث) مُرکّبِ توصیفی سے متعلق ہے

(الف) اضافتِ توصیفی مُجرّد۔ جیسے مَردِ خُوب۔ مردِ پیر۔ زنِ نیک

(ب) اِضافتِ توصیفی مُرکّب۔ جیسے مَردِ سخن چیں۔

(ج) اِضافتِ توصیفی مُرکّبِ منفی۔ جیسے پسرِ نا سعادت مند

(د) اِضافتِ توصیفی مَنفی۔ جیسے درختِ بے برگ۔ مَردِ کم عقل۔

(ہ) اِضافتِ توصیفی تشبیہی صِفتیں۔ جیسے۔ مَردِ سنگ دِل۔

(و) اِضافتِ توصیفی صِفتیں۔ جیسے مال منقولہ و غیر منقولہ۔

(ز) اِضافتِ توصیفی فی بیانِ الموصُوف۔ جیسے۔ فیل تیز رفتار۔

(۷) اِضافتِ اِبنی وہ ہے جس میں مضاف بیٹا اور مضاف اِلیہ باپ ہو اور اِبن یا پِسَر کا لفظ محذوف ہو مثلاً ابو الفضلِ مبارک یعنی ابوالفضل پسرِ مبارک۔ (ابوالفضل مبارک کا بیٹا) عبّاسِ علی یعنی عبّاس فرزندِ علی۔ محمودِ سُبکتگیں یعنی محمود پسرِ سُبکتگیں (محمود سُبکتگین کا بیٹا) ابراہیمِ اَدہم یعنی ابراہیم ابنِ اَدہم۔ بو علیٔ سینا یعنی بو علی ابنِ سینا اسی طرح رُستمِ زال (یعنی رُستم زال کا بیٹا) سعدِ وقّاص (سعد پسرِ وقّاص) عیسائے مریم (عیسیٰ مریم) یعنی عیسیٰ پسرِ مریم سلیمانِ داؤد (سلیمان داؤد کا بیٹا)

(۸) اِضافتِ مُلابستی یا اِضافت بادنیٰ مُلابَست یا اِضافت بہ اَدنیٰ تعلّق وہ ہے جس میں تھوڑے سے تعلق کے سبب ایک چیز کو دوسری کی طرف منسوب کریں جیسے ہمارا مدرسہ تمھارا شہر حقیقت میں مدرسہ اور شہر کوئی ہمارا تمھارا نہیں لیکن اِن میں پڑھنے اور رہنے کے تعلّق سے اپنا اپنا بنا لیا۔ اسی طرح ہمارا ہندوستان۔ ہمارا بطل (ہیرو) اے میرے پروردگار۔ یہود کا خدا۔ ایک تعلقہ دار کا خطاب دوسرے تعلّقہ دار سے "ہمارا تمھارا شہر تمھارے تلنگانہ سے بہتر ہے" ظاہر ہے کہ فقط ملازمت کے تعلق سے

---

۱؎ بیٹے کو عربی میں ابن یا بن اور فارسی میں پسر یا پور کہتے ہیں۔

ہمارا اور تمھارا کہا گیا ورنہ ہمارا شہر و تلنگانہ داخلِ ملک سرکار ہے

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا    ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

یہ اَعلٰے مرے لکھنو کی ہے شان    زمیں ہے جہاں آسماں لکھنو

(۹) اِضافتِ بالجنس۔ وہ ہے جس میں مضاف و مضاف الیہ ہم جنس ہوں جیسے بادِ صبا۔ بادِ سموم۔ بادِ صرصر۔ تاکِ انگور لیکن فی الحقیقۃ یہ اضافتِ توضیحی و بیانی ہے۔

(۱۰) اضافتِ فاعلی۔ وہ اضافت ہے جو فاعل کی مفعول کی طرف ہو جیسے فروشندۂ کتاب۔ مؤلفِ لغات

(۱۱) اضافتِ مفعولی۔ وہ اضافت ہے جو مفعول کی فاعل کی طرف ہو جیسے سوختۂ آتش۔ مصروفِ کار۔ ساختۂ ہند۔

(۱۲) اضافتِ اقترانی[۵] وہ ہے جس میں مضاف مضاف الیہ کے کے ساتھ معنوی قرینہ رکھتا ہو اور مضاف الیہ مضاف کا حال ہو جیسے مہربانی کا خط (نامۂ عنایت) جو میرے نام آیا ادب کے ہاتھ (دستِ ادب) سے لے کر ارادت کے سر (سرِ ارادت) پر رکھا اور آرزو مندی کے ہاتھ (دستِ تمنا) سے کھول کر اعتقاد کی آنکھ (چشمِ عقیدت) سے پڑھا یعنی جو خط مہربانی کے ساتھ ملا ہوا (مقرون

---

[۵] اقتران = ساتھ ہونا قرب نزدیکی بعض اس کو اضافتِ مجازی کہتے ہیں۔

بہ عنایت ) تھا اس ہاتھ سے جو اَدَب کی حالت سے نزدیکی رکھتا تھا لے کر اس سر پر جو اِرادت سے قرِین تھا رکھا اور اُس ہاتھ سے جو تمنا سے قریب تھا کھول کر اُس آنکھ سے جو اِعتقاد سے نزدیک تھی پڑھا۔ ذَوق ؎

کتابِ محبّت میں اے حضرتِ دِل بتاؤ کہ تم لیتے کتنا سَبَق ہو۔

کہ جب آن کر تم کو دیکھا تو دو ہی لئے دَستِ اَفسوس کے دو ورق ہو

(۱۳) اِضافتِ تشبیہی | وہ ہے جس میں مُشَبَّہ بِہٖ مُضاف اور مُشَبَّہ مُضاف اِلَیہ ہو مثلاً مارِ زُلف یعنی زُلف جو خَم و پیچ اور سیاہی میں سانپ کے مانند ہے۔ (یاد رہے کہ فارسی اِضافت میں مُشَبَّہ بِہ پہلے لاتے ہیں)

توضیح | تشبیہ کے معنے ہیں ایک چیز کو دوسری کے مانند کہنا تشبیہ میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے اَوّل جس کو تشبیہ دیں اُس کو مُشَبَّہ کہتے ہیں دوسرے جس سے تشبیہ دیں اُس کو مُشَبَّہ بِہٖ کہتے ہیں تیسرے جس بات میں تشبیہ دیں اس کو وَجہِ شبہ یا وَجہِ تشبیہ کہتے ہیں اور یہ مُضاف و مُضاف اِلَیہ یعنی اضافت میں مذکور نہیں ہوتی چوتھے۔ حَرفِ تشبیہ۔

اِضافت تشبیہی حقیقت میں ایک جملہ ہوتا ہے جس میں اضافت کے سبب حَرفِ تشبیہ اور فعل کے ذکر اور وَجہِ شبہ کی صِراحت

ضروری نہیں ہوتی بلکہ مُضاف و مضاف الیہٗ ہی سے تینوں باتیں بخوبی پوری اور معلوم ہو جاتی ہیں ایجاز و اختصار اِس کا فائدہ ہے مثلاً طَعْنے کا نیزہ یعنی طعنہ جو دل میں جا کر لگنے اور زخم کر دینے میں نیزے کے مانند ہے ۔ اس عبارت میں ۔ طَعْنہ ۔ مُشَبَّہ ۔ نیزہ مُشَبَّہ بِہٖ ۔ دل میں جا کر لگنا اور زخم کرنا وَجہِ تَشْبِیہ ہے اور حرف تشبیہ مُقَدَّر ہے ۔ اسی طرح تیرِ نگاہ جو گھائل کرنے میں مِثْلِ تیر ہے ۔ کمانِ اَبْرُو یعنی بھوں جو شَکْل میں کماں جیسی ہے ۔ نَرگسِ چَشْم سُنْبُلِ زُلْف ۔ صُنْدوقِ سِینہ (یعنی سینہ جس کی شکل صُنْدوق کی ہے) لبریزِ شرابِ ناز دکھا تو ساغرِ چشم کافر کو تازا ہر ایک مُلَوَّث ہو ۔ یا صُوفی دِکْش مُنکِش ہو

(۱۴) اِضَافَتِ اِستعارہ یا اِضافتِ مَجازی وہ ہے جس میں مُسْتَعار مِنْہُ کے لَوازِم میں سے کسی چیز کو مُسْتَعار لَہٗ کی طَرَف مُضاف کریں جیسے اُس جگہ وَہْم کا پاؤں ڈگمگاتا ہے یہاں وَہْم کو اِنسان مقرر کیا جس کے لئے ہاتھ پاؤں وغیرہ لازم ہیں اس لئے پاؤں کو وہم کی طرف مُضاف کیا ۔ اس کی تَصْریح یہ ہے کہ اِسْتِعارہ مانگ لینے کو کہتے ہیں چونکہ اس اِضافَت میں کسی لفظ کے مَفْہوم کو کچھ اور فَرْض کر لیتے ہیں اِس لئے اس کا نام اِضافتِ

---

سے مصداق ۔ معے ۔

اِستعارہ رکھا گیا ۔ اِس کو اِضافتِ مجازی اس لئے کہتے ہیں کہ
لفظ اپنے حقیقی معنے کے خلاف اِستعمال کیا جاتا ہے یعنی حقیقی معنے
سے تجاوز کرجاتا ہے ۔ اِضافت اِستعارہ کے لئے چار چیزوں کا ہونا
ضروری ہے (۱) مُستعار مِنہ یعنی جس سے کچھ مانگا جائے ۔ (۲)
مُستعار لَہٗ یعنی جس کے لئے مانگا جائے (۳) مُستعار یعنی جو چیز
مانگی جائے (۴) وَجہِ جامع جمع ہونے کا باعث یا جس امر کے لئے
اِستعارہ کیا جائے ۔ مَثلاً دَستِ عَقل وہاں تک نہیں پہنچ سکتا اِس
میں آدمی مُستعار مِنہٗ ہے ۔ عقل مُستعار لہٗ ۔ دَست مُستعار ہے
اور پہنچ (رَسائی) دونوں میں جامع ہے ۔ اِضافتِ تشبیہی میں
مُستعار مِنہٗ کو مُشبّہ بہٖ اور مُستعار لہٗ کو مُشبّہ اور وَجہِ جامع
کو وَجہِ تشبیہ کہتے ہیں ۔ اَب بخوبی واضح ہوگا کہ اِضافتِ اِستعارہ
میں مُستعار مِنہٗ کے لَوازِم میں سے کسی چیز کو مُستعار لہٗ کی طَرف
مُضاف کرتے ہیں جیسے ؎

دامَنِ صبا نہ چھو سکے جس شہ سوار کا — پہنچے کب اس کو ہاتھ ہمارے غُبار کا

اس شِعر میں وہ شئے جو مُستعار مِنہ ہے اِنسان ہے کیوں کہ اِس کا
ہاتھ مانگا گیا ہے جو مِنجملہ اِس کے لَوازِم کے ایک چیز ہے یہی ہاتھ
مستعار ہے اور غُبار مُستعار لہٗ ہے کیوں کہ اِس کے لئے ہاتھ فرض کیا

گیا ہے۔ اسی طرح سَرِ ہوش۔ پائے فِکر (فِکر کا پاؤں) ہوش و فِکر ایسی چیزیں نہیں جس کے سَر اور پاؤں ہوں لیکن متکلم نے ہوش کو صاحبِ سَر اور فِکر کو صاحبِ پا فرض کر لیا ہے۔

اِنتباہ اِضافتِ اِستعارہ اور اِضافتِ تشبیہی میں یہ فرق ہے کہ تشبیہی میں مُضاف اِلیہ کو (جو مُشَبَّہ ہوتا ہے) مُضاف (جو مُشَبَّہ بِہ ہوتا ہے) کے مانند کہہ سکتے ہیں لیکن اِضافتِ اِستعارہ میں نہیں کہہ سکتے یا یوں کہو کہ تشبیہی میں جب مُضافین کو اُلٹ کر حرفِ تشبیہ بیچ میں لائیں تو معنے درست رہتے ہیں لیکن اِضافتِ اِستعارہ میں مطلب بگڑ جاتا یا معنے مُہمَل ہو جاتے ہیں جیسے آتشِ غضب (غصّے کی آگ) یہاں کہہ سکتے ہیں کہ غصہ جو آگ کی مانند ہے لیکن پائے خیال (خیال کا پاؤں) میں جو اِضافتِ اِستعارہ ہے نہیں کہہ سکتے کہ خیال جو پاؤں کی مانند ہے۔ نہ سَرِ ہوش کو ہوش مِثل سر کہہ سکتے ہیں۔

اِضافتِ اِستعارہ و اضافتِ مجازی دونوں عموماً ایک ہی سمجھے جاتے ہیں لیکن بعض کے نزدیک اِن دونوں میں تشبیہ اور نسبت کا فرق ہے جو بیانِ ذیل سے ظاہر ہوگا۔ اضافتِ استعارہ اور اِضافتِ مجازی میں یہ فرق کیا جاتا ہے کہ جب مُضاف سے

مُضافٌ اِلَیہ کو کچھ تَشبِیہ کا لگاؤ ہو جیسے گُلِ رُخسار۔ تیغِ اَبرُو
مارِ زُلف یا جامِ چَشم تو اس کو اِضَافتِ اِستِعارہ کہیں گے
کیوں کہ ان میں رُخسار کو پھُول سے۔ ابرو کو تلوار سے۔ زلف
کو سانپ سے اور آنکھ کو پیالے سے کامِل تَشبِیہ ہے نسیم[۵]
گردِ طوافِ آستاں میں ہو توقف ایک دم     نکہتِ گُل پر پڑیں مَوجِ صَبا کی قمچیاں
اگر مُضاف کو مُضاف اِلَیہ سے کچھ تَشبِیہ کا لگاؤ نہ ہو لیکن
دونوں میں باہم کچھ نِسبت ہو تو اس کو اِضَافتِ مَجازِی کہیں
گے۔ جیسے چَشمِ دَولَت۔ اَبرِ کَرَم۔ باغِ دانِش۔ چمنِ انصاف
سَرِ ہوش۔ یہاں دولت کی صورت آنکھ کی مانند نہیں۔ کَرَم
کی شکل بادل کے مثل نہیں دانش کی تشبیہ باغ سے نہیں ہو
سکتی۔ انصاف کی صورت چمن کی سی نہیں، ہوش سر سے مُشابہ
نہیں اسی طرح تیغِ اجل۔ زبانِ حال۔ سپرِ تدبیر۔ گوشِ ہوش
لیکن اِضافتِ مَجازِی کو علیحدہ قائم کرنے سے یا تو اِضافتِ
تَشبِیہی کو خارج کردیا پڑے گا یا اِضافتِ اِستِعارہ کو، کیوں کہ
جب تشبیہ کا لگاؤ ہوا جیسے تیغِ اَبرُو، گُلِ رُخسار تو اس کو ان
دو میں سے کوئی ایک نام سے نام زد کیا جا سکتا ہے، اس اسکا
کی وجہ بعض مُحقِّقین نے اِضافتِ تشبیہ کا نام خارج کرکے اس کو

اِضافتِ اِستعارہ سے موسوم کیا ہے۔ اور اِضافتِ اِستعارہ کو اِضافتِ مَجازی قرار دیا ہے۔ لیکن جنھوں نے اِضافتِ تَشبیہ کو برقرار رکھا ہے وہ اِضافتِ مَجازی کو جُداگانہ قائم نہیں کرتے بلکہ اسی کو اِضافتِ اِستعارہ کہتے ہیں وَالعاقِلُ تَکفِیہِ الاِشَارَہ

گھورتی ہے زلفِ مضموں شکلِ افعی بار بار    پوچھتی ہے کون دیکھے گا مرا حُسنِ نہاں؟

بھیگ کر ٹپکے لبِ اظہارِ مطلب کی امنگ    یوں دکھائے جوشِ مضموں بارشِ ابرِ بیاں

## کَسرۂ اِضافت کا حَذف

فارسی زبان میں کَسرۂ اِضافت کا حَذف کرنا صحیح نہیں لیکن مُندرجۂ ذَیل مَواقِع پر یہ حَذف کر دیا جاتا ہے۔

(الف) **اِضافتِ مَقلوب**[عہ] (جس کو **اِضافتِ مَقلوبی** اور **اِضافت بالقَلب** بھی کہتے ہیں) وہ ہے جس میں مُضاف اِلَیہ کو مضاف پر مُقدّم لائیں اور کَسرۂ اضافت کو حَذف کر دیں جیسے بادشاہِ جہاں میں مُضاف کو مُؤخّر اور مُضاف اِلَیہ کو مُقَدّم کیا تو **جہاں بادشاہ** ہوا یہی مَقلُوب ہے اسی طرح جہاں پَناہ، اِیران

---

عہ اضافتِ مقلوبی کی ضد اضافتِ مُستوی ہے یعنی جس میں مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد ہو جیسے کتابِ زر نصرِ سلطان فارسی زبان کی عام ترتیب یہی ہے اور مذکورہ بالا اقسام اضافت اضافتِ مستوی میں داخل ہیں۔

زمیں، توران زمیں مشرق زمیں، علم دوست ۔خرد دشمن ، زہرآب،
مقلوب ہیں (پناہِ جہاں، زمینِ ایراں، زمینِ توراں، زمینِ مشرق
دوستِ علم۔ دشمنِ خرد۔ آبِ زہر) کے، اضافتِ مقلوب کی
چند اور مثالیں جہاں داور ۔ اورنگ زیب ۔ شجار پسر۔ گردوں
آفتاب ۔ آتش پز خانہ ۔یعنی داورِ جہاں ۔ زیبِ اورنگ ۔ پسرِ شجار
آفتابِ گردوں ۔ خانۂ آتش پز (باورچی خانہ)
(ب) فکِ اضافت ۔ فکّ بہ فتح فاو تشدید کاف۔ دو ملی
ہوئی چیزوں کو جدا کرنا ۔ رہا کرنا ۔ چھوڑنا اور فکِّ اضافت ۔
اضافت کا چھوڑنا ۔ اضافت نہ پڑھنا ہے ۔بعض الفاظ میں
کثرتِ استعمال، علۂ اسمیّت یا ضرورتِ شعری سے مضاف پر
کسرۂ اضافت نہیں لاتے لیکن اضافت کا ساقط کرنا قیاسی
نہیں بلکہ سماع پر موقوف ہے مثلاً صاحبْ دِل ۔سرخیل، شاہ عالم
جو الفاظ عموماً مقطوعُ الاضافۃ مستعمل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں (۱)
امیر یا میر (۲) ولی ۔ (۳) بن (۴) پسر (۵) مالک (۶)
دشمن (۷) عاشق (۸) قابل (۹) کافر (۱۰) پس (۱۱) صاحب
(۱۲) سر (۱۳) نیم (۱۴) اوّل (۱۵) جز (۱۶) غیر (۱۷) ہائے مختفی

---

سے آرائش تحت سے زمی کا شا

(۱۸) شاہ۔ وغیرہ ان کی تصریح حسب ذیل ہے۔

(۱) اَمیر جس کا مختصر میر ہے (حاکم، سردار۔ افسر، رئیس، والی) جیسے اَمیرِ تُومان (دس ہزار کا سپاہ سالار) میر شِکار (شکاری پرند رکھنے والے ملازموں کا افسر، وہ شاہی ملازم جس کو باز۔ شکرہ شاہین وغیرہ رکھنے والوں کی نگرانی سپرد ہو) ذوقؔ ؎

موقوف ہے گرِدل کا شکار آں وادا پر  پہلے کچھ ان میر شکاروں سے تو کہئے

میر آخُور (داروغۂ اِصطَبل) میر پَنج (پانچ پلٹنوں یا پانچ ہزار سپاہیوں کا سردار)۔ میر غَضَب (جلّاد۔ جو جدید فارسی میں متروک ہو گیا) میر آب نہر کا افسر جس کے اختیار میں پانی کی تقسیم ہو۔ دریا کے گھاٹ کا حاکم جس کے اقتدار میں کشتیاں ہوں۔ میر بَحر (عربی اَمیرُالبَحر) (بَحری فوج کا افسر۔ بندرگاہوں کا مُنتَظِم) مِیر بار (داروغۂ دیوان خانہ وہ شخص جو لوگوں کو امیروں کے حضور آنے کی اپنے اطمینان پر اجازت دیتا ہے) میر بخشی (تنخواہ تقسیم کرنے والا افسر) میر تُوزُک (داروغۂ خَدَم وحَشَم۔ فوج کی تنظیم وصَف بندی کرنے والا افسر۔ مارشال) میر عَلَم (شاہی علم دار) میر سامان (خان ساماں) وغیرہ بلا اضافت مستعمل ہیں لیکن میرِ قافِلہ (قافلہ سالار) میرِ مَجلِس (صدر نشین) وغیرہ تمام اِضافت کے ساتھ مستعمل ہیں۔

(۲) وَلِیّ ۔ ع ۔ ولی ۔ ف ۔ (صاحب ۔ خداوند) جیسے وَلی عہد (بادشاہ کا جانشین ۔ وارثِ ملک) نظامی ؎

بپرورد و پرورد و بنواختش     پس از خود ولی عہد خود ساختش

ولی نعمت[1] (صاحب دولت ۔ پرورش کرنے والا ۔ سرکار) نظامی

زبس ناز و نعمت کز و راندہ اند     ولی نعمتِ عالمش خواندہ اند

ہائے ایسا غم ہیں ابتک ہوا     میرزا جی کا ولی نعمت ہوا

(۳) بِنْ اِبن کا مخفف ۔ عربی میں بیٹے کو کہتے ہیں جیسے بِن سُلطان (بادشاہ کا بیٹا) انوری ؎

گر چرخ را دریں حرکت ہیچ مقصد ست     از خدمت محمد بن نصیر احمد ست

خدیو عرصۂ عالم محمد شاہ بن تغلق     کہ در بزم جہاں داری سکندر زیبدش چاکر

یعنی عرصۂ دنیا کا بادشاہ جس کا نام محمد شاہ ہے اور وہ تغلق کا بیٹا ہے اس کی مجلس حکومت میں سکندر اس کا چاکر معلوم ہوتا ہے ۔

(۴) پِسَر (بیٹا) جیسے پِسَرِ فَرَنگی (ہندوستان میں جس کو فرنگی بچہ کہتے ہیں) پسرِ بزّاز (بزار کا بیٹا نہیں بلکہ نوجوان بزاز) لا اعلم ؎

دیر ینہ ہم وسے کہ دلم زخم دار اوست     مارا برادر ترا گر پسر عم ست

(۵) مالِک ۔ صاحب ۔ والا جیسے مالِک رِقاب (گردنوں والا)

---

[1] بعض محقق ولی نعمت کی جگہ آجانے ولی نعمت کو صحیح سمجھتے ہیں

اے بہ نفاذ امور بر سر تخت سرور  بر ہمہ شاہانِ عصر حکم تو مالک رقاب
جملہ بدیں داوری بر در عنقا شدند  کوست خلیفۂ ظہور داور مالک رقاب

(۴) دُشمن (بدخواہ۔ عَدُوّ) جیسے دُشمن کام جو شخص دشمنوں کی مراد کے موافق ذلیل و خوار ہو) دُشمن حیا۔ دشمن خانماں۔ دشمن وعدہ

ع  رنجش محبوب را دشمن حیا می خواستم

ع  بے سر و پایان وحشت شوق دشمن خانماں

(۷) عاشِق (نہایت دوست رکھنے والا۔ فریفتہ۔ گرویدہ) جیسے۔ عاشق سخن (سخن کا عاشق) ظہوری ؎

دریں انجمن کیست عاشق سخن  کہ عشقے نور زیدہ با شعر من

عاشق شِکار اور عاشق قِمار اور عاشق آفت بھی بلا اِضافت مستعمل ہیں

(۸) قابِل (سزاوار۔ لائق) جیسے قابل ثنا۔ ع

قابل ثنا ست ہرکہ ثنائے تو میکند

(۹) کافِر (بہ کسر فا۔ جمع کُفّار و کفَرَہ  فارسی اردو میں کافَر بہ فتح فا بھی بروزن سَر، زَر، بھی استعمال کرتے ہیں۔ حق کو چھپانے والا۔ انکار کرنے والا) جیسے کافِر نعمت (ناسپاس۔ احسان فراموش۔ منکر نعمت)

اس گلستانِ جہاں میں کیا گلِ عشرت نہیں  سیر کے قابل ہے یہ پر سیر کی فرصت نہیں
کھا کے زخمِ تیغِ قاتل جو بجا لائے نہ شکر  کوئی بھی اس سے زیادہ کافِرِ نعمت نہیں

کافرِ ماجرا (وہ شخص جس کا حال کافر کے حال کے مثل ہو۔)

(۱۰) پَس (پیچھے جیسے پَس فردا (آنے والی پرسوں) پَس شام (سحری

پَس دیوار (درویش) پَس کوچہ (پیچھے کی گلی) لیکن پسِ کوچہ

کے معنے ہیں گلی کے پیچھے۔

(۱۱) صاحِب۔ (ع۔ مالک۔ خداوند۔ والا۔ یار۔ دوست)

یہ لفظ اکثر تراکیب میں بلا اضافت مستعمل ہے جیسے صاحبِ دِل

(خدا شناس۔ عارف۔ روشن دل۔ متقی۔ حری)

صاحِب مَنصَب (عہدہ دار۔ آفیسر) صاحِب سُخَن (زباں داں

شاعر) صاحب قِران وہ شخص جس کے نطفہ ٹھہرنے یا پیدا ہونے

کے وقت زُہرہ و مُشتری ایک گھر میں ہوں۔ طغرا ؎

داوہ ہے صاحب قِرآن نرگس شہلا قلم تاکندش در بنا نشو ونما ہا درقلم

صاحِبِ خَبَر (خبر دینے والا۔ حاجب جس کو آج کل ایشیک آقاسی

کہتے ہیں۔ ایلچی) نظامی ؎

خبر برد صاحب خبر نزد شاہ کہ مُشتِ سِتم دیدہ داد خواہ

صاحِب کمال (کامل ماہرفن۔ اُستاد) صاحِب ضِلع ضلع کا حاکم

ڈپٹی کمشنر تعلقہ دار۔ مجسٹریٹ) صاحِب جمال (حسین۔ خوبصورت)

صاحِب خانہ۔ (گھر کا مالک۔ میزبان) وَرد ؎

مدرسہ یا دیر تھا کعبہ یا بت خانہ تھا　ہم سبھی مہمان تھے واں تو ہی صاحبِ خانہ تھا

سودا نے اضافت کے ساتھ کہا ہے ؎

اُن کے ہوتے جو اَبر گھر آیا　صاحبِ خانہ سخت گھبرایا

**صاحبِ دیوان** (وزیر مالیات۔ رجسٹرار سیلے ماسٹر) (جدید فارسی) عرف حال میں اب تنہا **دیوان** کہلاتا ہے۔

**صاحبِ دولت** (مال دار) **صاحبِ مال** (مال دار) **صاحبِ ہُنَر** (ماہرِ فن۔ اُستاد) **صاحبِ اِقتدار** (جس کو قدرت یا اختیار ہو۔ خود مختار) **صاحبِ فِراش** (وہ مریض جس کی بستر سے کمر لگ گئی ہو وہ بیمار جو بستر سے نہ اُٹھ سکے۔ ذوق ؎

اٹھے جہاں ہی سے جو بستر سے وہ اٹھے　تیرا مریضِ عشق جو صاحبِ فِراش ہے

**صاحبِ غَرَض**۔ (غرض مند) **صاحبِ سلیقہ** (ذی شعور۔ سگھڑ) وغیرہ

لفظ صاحب اضافت کے ساتھ بھی کثیر الوقوع ہے جیسے صاحبِ برید (پوسٹ ماسٹر) **صاحبِ تاج و تخت**، **صاحبِ نَظَر** (دانا۔ دور اندیش) **صاحبِ رَے** (بوعلی ابن سینا) **صاحبِ ذَوق** (وہ شخص جس کو کسی امر کا چسکا پڑا ہو۔ عارف کامل۔ شوقین صفدر ؎

صاحبِ ذوق بھلا رہتے ہیں پابند کہیں　جی اگر ہے تو جہاں ہے یہ مثل جھوٹی نہیں

**صاحبِ تدبیر** (ہوشیار۔ مُدَبِّر۔ پالیٹیشن) وغیرہ

کبھی عربی ترکیب کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے جیسے صاحِبُ الامر
اور صاحبُ الزماں (حکومت والا۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام
کا لقب) صاحِبُ البَیتْ (گھر کا مالک) تانیث کے لئے بھی
عموماً صاحب کا لفظ مستعمل ہے جیسے صاحبِ این خانہ (اس
گھر کی مالکہ) لیکن کبھی کبھی صاحبہ جیسے صاحِبہ این خانہ اور کبھی
عربی ترکیب کے ساتھ صاحِبۃُ الجَمال (حسن والی) بھی کہتے ہیں
جمع کے لئے اَصْحاب (والے۔ مالک۔ خداوند) اضافت کے ساتھ
مستعمل ہے جیسے اَصْحابِ نیاز۔ اَصْحابِ کہفْ (غار والے۔
وہ سات شخص جو دقیانوس بادشاہ کے خوف سے شہر افسوس کے
غار میں چھپکر تین سو نو برس تک یک لخت سوتے رہے پھر
اک دو مرتبہ جاگ کر سو رہے) اصحابِ تَدْبیر (مُدبّرین۔ منتظمین)

اَصْحابِ نیاز کھانے لائے ارباب نشاط گانے آئے

کانپے پہاڑ نالۂ فرقت نصیب سے اَصْحابِ کہف چونکے صدائے مہیب سے

(۱۳) سَر۔ بالفتح۔ ف۔ راس۔ سِر + چوٹی + قُلّہ۔ نوک + ابتدا۔ شروع +
انجام۔ حد + جانب۔ بازو۔ طرف۔ سامنے۔ ہیں + سردار۔ پیشوا +
ارادہ۔ میل + زور۔ قوت + بالا۔ اوپر۔ وغیرہ) فارسی زبان میں
سَر کا لفظ ترکیباً کئی طرح مستعمل ہے:-

اسم کی صورت میں۔ امر سے مل کر (۱) اسم فاعل یا صفت جیسے سرافراز (فراز) (ممتاز۔ مغرور) سرشار (از سر ریزندہ۔ لب ریز۔ چھلکتا ہوا۔ بدمست۔ مخمور) سرباز (جنگ میں بے خوف و خطر لڑنے والا۔ بہادر) سردار (افسر۔ حاکم) (۲) اِسمِ مفعول جیسے سرکش (سرکشیدہ۔ مغرور۔ باغی۔ نافرمان) (۳) اِسمِ آلہ جیسے سرپوش (ڈھکنا) کا کام دیتا ہے یا اسم مفعول کے ساتھ صِفَت ہوتا ہے جیسے سَربستہ (چھپا ہوا۔ پوشیدہ) سَرفگندہ (شرمندہ۔ خاموش) سَرگشتہ (حیران۔ بھٹکا ہوا) (۴) ماضی کے ساتھ مل کر حاصِلِ مصدر جیسے سرگزشت (ماجرا۔ حال۔ تذکرہ) سَرنوِشت (تقدیر۔ نصیب) یا صِفَت کا کام دیتا ہے جیسے۔ سَرآمد (کامل۔ برگزیدہ۔ سردار۔ پیشوا) صفت و اسم کے ساتھ مل کر بطور صِفَت جیسے سرگراں (مخمور۔ خفا۔ مغرور) اور سرزور (زبردست۔ منحرف) مذکورہ بالا تمام الفاظ کی ترکیب میں کسرہ لایا جائے تو سراسر خطا ہے کیوں کہ اُن میں اِضافت نہیں البتہ ایسے الفاظ جن میں لفظ سَر مضاف واقع ہوا ہے بعض بلا اضافت مستعمل ہیں جن کی تصریح حسب ذیل ہے۔

سَرمایہ (پونجی۔ زرِاصل) سَررِشتہ (کسی چیز کا سُدھ بُدھ علم۔ تدبیر۔

چارۂ کار) سرلشکر (لشکر کا سردار فوج کا افسر) ذوق سے
موئے سر یاران سیاہ کا ایک سرا سر لشکر ہے مانگ جو ہے اک بار سفید اس لشکر کا سرلشکر ہے
سردرد (مقلوب الاضافہ یعنی درد سر۔ صداع) لیکن دردِ سر
باضافت ہے جس کے معنے بے فائدہ تکلیف۔ ناگوار امر ہیں سرآب
(منبع۔ سوتا) سراب (بالفتح) عربی ہے جس کے معنے ہیں وہ
آب نما بخارات جو بیابان میں پانی کی مانند معلوم ہوتے ہیں
سرآغاز (سرانجام کی ضد۔ ابتدا) سرانجام (سرآغاز کی ضد۔
ہر کام کا آخر مجازاً سامان نتیجہ) سرانگشت (انگلی کی پور۔ انملہ)
سربار (مقلوب ہے بار سرکا۔ سرکا بوجھ۔ وہ تھوڑا سا بوجھ جو بڑے
بوجھ پر رکھا جائے) سرچشمہ (سوتا۔ منبع) سرکار (منتظم۔ حکومت)
سرخط (تمسک۔ قبالہ۔ پٹا) سرمشق (اُستاد کا خط جس کو
دیکھ کر مشق کرتے ہیں کاپی) سرہنگ (سردار فوج۔ ہراول۔
پہلوان۔ کمانیر جو لفٹنٹ کرنل کے راست تحت ہوتا ہے) سرفتنہ
(بانئ فساد۔ باغیوں کا افسر) سرغنہ (مُفسدوں کا پیشوا) سرخیل
(افسر قوم) سرگروہ (سردار جماعت) سرقلیان (چلم) سرکردہ
(قوم۔ فوج یا باغیوں کا افسر) سرنامہ (خط کے لفافہ پر کا پتا)
سرشیر (ملائی۔ بالائی) سرراہی (جدید فارسی میں۔ وہ تحفہ جو مسافر کو

رو[illegible]نے کے وقت دیا جاتا ہے) سَرَدَرَختی۔ (ضد پا درختی۔
جو درخ[illegible] کی شاخوں سے حاصل ہو۔ ثمرہ ۔ میوہ وغیرہ) سب
بلا اضافت مستعمل ہیں

بخلاف اس کے سَرِدَست (ابھی۔ فی الحال۔ عن قریب)
سَرِزبان (زبان کی نوک) سَرِوَقت (جدید فارسی۔ پابندی وقت
سے) سَرِراہ (سڑک کے سرے پر۔ راستے میں۔ جرأت ؎

سرسری اُن سے ملاقات ہو گاہے ماہے　　صحبت غیر میں گاہے سرِ راہے گاہے

سَرِمُو (بال برابر۔ بہت تھوڑا۔ ذرا سا) جیسے سَرِمُو فرق نہیں
از سَرِنَو (نئے سرے۔ پھر) غالب ؎

دی مرے بھائی کو حق نے از سرِ نو زندگی　　میرزا یوسف ہی غالب یوسفِ ثانی مجھے

سَرِخَر (خلل انداز۔ کام بگاڑنے والا۔ بدتمیز) وغیرہ سب با اضافت
مستعمل ہیں۔

انتباہ۔ سَرمَست۔ نہایت متوالا۔ سَرسَبز (ہرا بھرا۔ بہت ہرا
تروتازہ سیراب۔ خوش) وغیرہ میں سَر مبالغے کے لئے ہے
اس لئے بلا اضافت ہے۔ سَرِسَبز (اضافت سے) کے معنے ہیں
تازہ دماغ۔ شگفتہ۔

(۱۳) نیم۔ (ف۔ آدھا) ہمیشہ مقطوع الاضافت آتا ہے۔ سعدی ؎

نیم نانے گر خورد مردِ خدا    بذلِ درویشاں کند نیمے دگر

لیکن عربی اَعدادِ کسری نِصف (آدھا) ثُلث (تہائی) رُبع (چوتھائی) وغیرہ اضافۃ کے ساتھ مستعمل ہیں جیسے نِصفِ نانے (آدھی روٹی) ثُلثِ کتاب (کتاب کا تیسرا حصّہ)

(۱۴) اَوّل (ع۔ پہلا۔ پہلی) بعض مواقع پر بلا اضافت استعمال ہوتا ہے جیسے اَوّل شَب (پہلی رات) نظامی ؎

چوں اوّل شب آہنگ خواب آورم    بہ تسبیح نامت شتاب آورم

اگر اضافت سے اَوّلِ شب کہیں تو اس کے معنے ہوں گے (رات کی ابتدا)۔

(۱۵) جُز (حرف استثنا بمعنی سوائے) بھی بلا اضافت مستعمل ہے جیسے ذوق ؎

نہیں جز بے مزگی کوئی مزہ دنیا میں    یہ مزے دار بتا دیتے ہیں غفلت کے مزے

پس اگر غور سے دیکھو تو بحر مذہب و دیں    ہم مسلمانوں میں کوئی صفت عام نہیں

لیکن سِوا پر اضافت آنی چاہیے غالب ؎

وہ چیز جس کے لئے ہم کو ہو بہشت عزیز    سِوائے بادۂ گلفام مُشک بو کیا ہے

انسان نہ ہو ذلیل زمانے کے ہاتھ سے    ذلّت کسی کو کوئی نہ دیوے سوائے حرص

(۱۶) غَیر (ع۔ جز۔ سوا۔ مگر۔ دوسرا۔ الگ + حرف نفی) اہلِ ایران

ہمیشہ اضافت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں لیکن اہل ہند کی زبان
پر عموماً بلا اضافت ہے جیسے غیرِ حاضر (غائب) غیرِ مستعمل (کام
میں نہ لایا ہوا) غیرِ مشروط (بلا شرط)۔غیرِ اختیاری (جو بس کا نہ ہو)
غیرِ آباد (ویران۔افتادہ) غیرِ رسمی (جو سرکاری نہ ہو۔ آن آفیشل)
جائدادِ منقولہ یا غیرِ مقبوضہ (جائداد جو ہٹائی نہ جا سکے یا جس پر تصرّف
نہ ہو) وغیرہ سب فصحائے ایران کی زبان پر اضافت کے ساتھ ہیں

(۱۷) وہ الفاظ جن کے آخر ہائے مختفی ہوتی ہے کبھی بلا اضافت
مستعمل ہوتے ہیں مثلاً پردہ کس۔ قطرہ آب مولوی روم ؎

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنۂ نیکاں برد

یعنی جب خدا کی مرضی ہوتی ہے کہ کسی کو رسوا کرے تو اس کے
(دل) میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ نیکوں کی عیب چینی کرے

توئی کافریدی زیک قطرہ آب گہرہائے روشن تراز آفتاب

اسی طرح بچہ شتر (کم عمر اونٹ) بچہ ترک (نوجوان ترک)
جامہ خواب۔چشمہ نور۔چشمہ آب۔ دریاچہ آب۔سب بلا اضافت
ہیں لیکن کوچہ بازار مقطوع الاضافۃ نہیں بلکہ دراصل کوچہ و بازار ہے
ع توصنم بینی و من خانہ خدا می بینم۔ خانہ خدا بلا اضافت ہے۔

---

؎ یہ مثال پسر و مسر سے متعلق ہے۔

کبھی ہائے ظاہر سے بھی اضافت حذف ہو جاتی ہے جیسے تہ بُطری (بوتل کی گاد) تہ جُرعہ۔ تہ جام (دُردِ پیالہ)

(۱۸) شاہ (اصل۔ جڑ۔ خداوند۔ صاحب۔ بڑا۔ کلاں۔ ممتاز) یہ لفظ بطور صفت اور بلا اضافت مستعمل ہے جیسے شاہ خانہ (شریف گھرانا) شاہ بَلُّوط (سیتا سپاری) شاہ پر یا شہ پر (پرند کے بازو کا سب سے بڑا پَر) شاہ داماد (دُلہا) شاہ تیر (بڑی کڑی) شاہ سوار (اچھا سوار)

(۱۹) الفاظ قائم مقام (دوسرے کی جگہ پر کام کرنے والا) نائب مناب (جانشین۔ ایجنٹ۔ مختار) نائب چاپارچی (ڈاک گاڑی کا نگران) نائب نَسَقچی (جلاد کا مددگار) بنام ایزد (خدا کے نام سے) ایزد تعالی (خدائے برتر) سپاس ایزد (خدا کا شکر) وغیرہ سب بلا اضافت ہیں

چو ایزد بہ من نعمتے برفزود سپاس ایزدم چوں نباید مود

لیکن نائبِ سفارت (مددگار سفیر) نائبِ سلطنت (نائب السلطنہ) یعنی وائس رائے اور نائبِ حکومت (نائب الحکومتہ) یعنی لفٹنٹ گورنر اضافت کے ساتھ مستعمل ہیں۔

(۲۰) روزمرہ کے الفاظ جیسے مادر زن (ساس) خواہر زن (سالی) دختر تُرک (ترکن لڑکی) حکیم فرنگی (یورپی ڈاکٹر) پسر فرنگی (فرنگی لڑکا) وغیرہ بلا اضافت بولے جاتے ہیں۔

(۲۱) حُسن (ع۔ خوبی۔ نیکی۔ عمدگی) اور سُوء (ع۔ بدی۔ خرابی فساد۔ برائی) دونوں اضافت کے ساتھ مستعمل ہیں جیسے حُسنِ ظن (نیک گمان۔ اچھا خیال) حُسنِ اِنتظام (خوبیٔ اہتمام) حُسنِ سلوک (نیک برتاوا) حُسنِ اِتّفاق (موقع کی خوبی۔ خوش قسمتی) حُسنِ اَدَب (اچھا چلن۔ خوش اطواری) سُوءِ ظن (بد گمانی۔ بُرا خیال) سُوءِ اَدَب یا سُوءِ اَدَبی (بد اخلاقی۔ بے عزتی۔ شوخی۔ گستاخی) سُوءِ مزاج (مزاج کی خرابی۔ بیماری) سُوءِ ہَضم (غذا کا بخوبی ہضم نہ ہونا) علیٰ ہٰذا القیاس الفاظ جناب، حضرت، اعلیٰ حضرت کے بعد اضافت ضرور لاتے ہیں جیسے جنابِ میرزا۔ جنابِ قُنصُل۔ حضرتِ پیغمبر۔ حضرتِ سلیمان اعلیٰ حضرتِ شہنشاہِ ایران۔ وحشی ؎

یہ آنے لگی چار سو سے صدا نیا ہے کلامِ جنابِ امیر

راوی نے یوں لکھا ہے جنابِ عمر کا حال جن روزوں آپ میر تھے باہیبت و جلال

میں حضرتِ سودا کو سنا بولتے یارو اللہ رے اللہ یہ کیا نظمِ بیاں ہے

لیکن مولانا آزاد وغیرہ کو بلا اضافت کہنا چاہئیے کیوں کہ مُبدَل منہ اور بَدَل ہیں۔

(۲۲) جن الفاظ کے آخر میں مدّہ کے بعد نون ہے وہ کبھی بلا اضافت ہوتے ہیں جیسے شُباں وادی وکمال آبرو۔ انوری ؎

ضمیرِ منؔ امیرِ آبِ حیواں    زبانِ منؔ شباں وادی ایمن

روئے جو تیر شد راست زنوکِ کلکِ اوؔ    جز کجی کہ درکماں اَبروئے طاق

دلبرست + نیز لفظ زِی (طرف - جانب) اِشباع کسرہ کی وجہ

منقطوع الاضافۃ معلوم ہوتا ہے    بیر معزی ے

خوارزم شد آمد از لبِ جیحوں ° زِی درگہ تو بہ حشمت و تمکیں

(۲۳) بَنیِ اُمَیَّۃَ (بَنُو اُمَیَّۃَ) = اُمَیَّہ کے بیٹے - بَنیِ آدَمؑ - آدم کے بیٹے

بَنیِ عَم - چچیرے بھائی بنی اِسرائیل - اِسرائیل (یعقوب) کے بیٹے

اُولی اَجنِحَہ - صاحبانِ بازو وغیرہ ترکیبوں میں عربی اِضافت ہے

بَنُو یا بَنی در اصل بَنُوْن اور بَنِین ہیں مضاف ہونے پر نون حذف

کردیا جاتا ہے - لہٰذا واضح ہوکہ بَنیؔ - اُولی وغیرہ پر فارسی کسرۂ

اضافت لانا یعنی بَنیِ آدم لکھنا غلط ہوگا - علیٰ ہٰذا القیاس عثمان ذُوالنورین

میں نون کو اِضافت سے پڑھنا یا ذِی النُّورَین کہنا خطا ہے کیونکہ

دونوں بَدل و مُبدَل منہ ہیں

## مُتشابہاتِ اِضافت

یہاں اُن مُرکبّات کا بھی مختصر بیان ضروری معلوم ہوتا ہے جو

---

ہے آتش لے بنی آدم کو واحد استعمال کردیا ہے ے محب کپڑوں کے ہو اگر مول ـ بنی آدم ہو لے یہ دردِ سر مول

مُرَکّب اضافی کے مُتَشابِہ ہیں لیکن ان میں کَسرۂ اضافت ہرگز نہ لانا چاہیئے۔

(اَلِف) بَدَل و مُبدَل مِنہُ۔ وہ مُرَکَّب ہے جس میں دو اسم آگے پیچھے بے حَرفِ عَطف بے عَلامتِ اِضافت یا صفت ذکر کیے جائیں اور اوّل لفظ دوسرے کی توضیح کرے تو پہلے کو مُبدَل مِنہ اور دوسرے کو جو پہلے کی تصریح کرتا ہے بَدَل کہتے ہیں جیسے زید برادرِ عُمَر اس میں زید مُبدَل منہ اور برادرِ عمر بَدَل ہے۔ شاہ عُثمان (بِلا اضافت) میں شاہ مُبدَل منہ اور عثمان بَدَل ہے کیوں کہ شاہ سے جو شخص مقصود ہے وہی ذاتِ عثمان مراد ہے لیکن شاہ سے پورا حال معلوم نہیں ہوتا تھا، عُثمان نے اچھی طرح واضح کردیا اسی طرح مُصلِح الدین سَعدی اور محمد اکبر حَیدَری میں مُصلِح الدین اور محمد اَکبَر سے جو مُبدَل منہ ہیں واضح نہیں ہوتا تھا، سَعدی اور حَیدَری نے جو بَدَل ہیں ظاہر کردیا کہ مُصلِح الدین شاعرِ شیراز اور محمد اکبر ڈاکٹر نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر صَدرُ المَہام فینانس مُؤَسِّسِ جامعۂ عُثمانیّہ ہیں۔ مُبدَل منہ اور بَدَل کی ترکیب میں کسرہ کا لانا سراسر خطا ہے۔ لیکن بعض شعرا کے نام اور تخلص (جو مُبدَل مِنہُ اور بَدَل ہیں) اِضافت کے ساتھ زبان زدِ

خاص و عام ہیں جیسے عبدُ القادرِ بیدل۔ سِراجُ الدّین علی خانِ آرزو۔ اَبُو الفیضِ فیضیؔ، شمسُ الدینِ سنائی حالی سے

رِسَالَۂ عُرفی و فخرِ طالب مُردہ اَسَدُ اللہ خانِ غالب مُردہ

لیکن ایسی اضافت کسی طرح صحیح و جائز نہیں ہو سکتی مظفر علی خاں اسیر لکھتے ہیں کہ "امام حسن و شاہ زادہ ہرمز کو اضافت سے نہیں پڑھنا چاہیے"

(ب) عطفِ بیان۔ جب ایک نام کم مشہور ہو جس کی توضیح دوسرے زیادہ مشہور نام یا لقب سے کی جائے تو مُوَضِّح (توضیح کرنے والے) کو عطفِ بیان کہتے ہیں محمود ابنِ سُبکتگین۔ اس میں ابنِ سُبکتگین عطفِ بیان ہے محمود کی دال کو مکسور پڑھنا غلط محض ہے۔ کبھی عہدے۔ خِطاب کُنیت یا پیشے سے توضیح کرتے ہیں جیسے نواب مہدی یار جنگ بہادرؔ وزیر سیاسیات مولوی فضل محمد خاں صاحب، ناظمُ المعارفِ العمومیہ

عبدُالرحمٰن، ابُو ہُریرہ عُمر خیّام یمینُ السّلطنۃ صدرِ اعظم وغیرہ محققین فارسی و عربی بہادر خاں رحمٰن عمر سلطنت پر کسرہ نہیں لاتے ہیں اور یہی استعمال اُصولاً درست ہے۔

بعض مُحقِقین عطفِ بیان کو بَدَل کہتے ہیں لیکن بعض بَدَل اور عَطفِ بیان میں یہ فرق کرتے ہیں کہ بَدَل و مُبدَل مِنہُ میں

مقصود مُبدَل مِنہ نہیں صرف بَدَل ہی ہوتا ہے اور عطفِ بیان میں دونوں مقصود ہوتے ہیں جیسے علی اَسَدُ اللہ۔ اَسَدُ اللہ عطفِ بیان ہے علی کا۔ علی کے لفظ سے جو مقصود ہے وہی اَسَدُ اللہ کے لفظ سے ہے یعنی وہ (حضرت) علی جن کا خِطاب اَسَدُ اللہ ہے۔

(ج) ترکیبِ تشبیہی۔ اس کا بیان گزر چکا۔

(د) تمیِیز و مُمَیَّز۔ تعداد، وزن، پیمانہ، مقدار یا مسافت کے لفظ کو مُمَیَّز (بہ فتح یا) کہتے ہیں اور وہ چیز جس کی تعداد، وزن، مقدار، وغیرہ بیان کی جاتی ہے۔ تمیِیز یا مُمَیِّز (بہ کسرِ یا۔ تمیز کرنے والا) کہلاتی ہے جیسے تین سیر دودھ، دو من روغن ان مثالوں میں تین سیر اور دو من مُمَیَّز (بہ فتحِ یا۔ تمیِیز کیا ہوا) ہیں کیوں کہ ان کی نِسبت شک دور کیا گیا ہے اور دودھ اور روغن تمیِیز یا مُمَیِّز (بہ کسرِ یا) ہیں اس لئے کہ ان سے اِبہام و شک دُور ہوتا ہے۔ فارسی میں مُمَیَّز کے آخر عموماً کسرہ نہیں لایا جاتا ہے۔ ع

دو پیمانہ آب است و یک چمچہ دوغ

پیمانہ اور چمچہ کو بِلا اضافت پڑھنا چاہئے۔ اسی طرح دو خُم جَو۔ دہ جِلد کتاب۔ چہار مِہار شُتُر۔ سی نَفَر فَرّاش۔ سہ تولہ زر چار گز زمین یک فِنجان چاہی (چا) نیم نانے ۔

نیم نالے گر خورد مَردِ خدای بَذل درویشان کند نیمے دگر ؎

لیکن نِصف کا لفظ ہمیشہ کسرۂ اِضافت چاہتا ہے جیسے نِصفِ نالے
مائدہ۔ یک فنجانْ نقرہ اور یک فنجانِ نقرۂ میں یہ فرق
ہے کہ اوّل کے معنے ہیں پیالی بھر چاندی اور دوسرے کے معنے
ہیں چاندی کی ایک پیالی۔ اسیر مرحوم نے لکھا ہے "پَست مرتبہ
و بلند ہمّت یعنی پست آرزوئے مرتبہ و بلند آرزوئے ہمّت۔
ان کو اضافت سے ہرگز نہ پڑھنا چاہئے۔" ؟

استدارہ فی زمانِنا اَہلِ ایران کی زبان میں بڑا تغیر ہو گیا ہے اکثر لہجۂ
زباں اور اُسلوبِ بیاں بدل گئے ہیں ان کے استعمالِ اِضافت کی
چند مثالیں قابلِ ذکر ہیں ۔ اہلِ ایران اشخاص کے ناموں اور اُن کے
پیشوں یا اَلقاب میں اِضافت کا استعمال عموماً کرتے ہیں مثلاً
محمد خانِ تاجر نہ محمد خانْ سَقط فروش۔ دبیرُ السَّلْطَنۂ وزیر
مُؤَیَّدُ الاسلامِ مُدیر۔ عُمَرِ خَیّام ۔ اِسکندرِ ذُو اَلقَرنَین۔ عیسائے
مَسیح ۔ مُوسائے پیغمبر۔ ظاہر ہے کہ یہ سب بدل و عطف بیان
ہیں جس میں اضافت ناجائز ہے البتہ اُن کا حَسَنِ بَلوچ و حَسَن اَفشار
کہنا صحیح ہے کیوں کہ اقوام و قبائِل کی طرف اِضافتِ تخصیصی ہے

# مُتَفَرِّق فَوائِد

(۱) کبھی کئی مضاف عطف کے ساتھ ایک مضاف الیہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں جیسے حلمی کا جوتا۔ کرتا اور رومال، زر و مال و منالِ زید اور کبھی ایک مضاف کئی مضاف الیہوں کی جانب منسوب ہوتا ہے جیسے افسانۂ مصیبت و غم۔ کئی مضاف ہوں تو فقط آخر مضاف پر کسرۂ اضافت ہوگا لیکن پہلے الفاظ کے آخری حروف واو عاطفہ کی وجہ پیش سے پڑھے جائیں گے جیسے کون و فساد و خرق و التیامِ افلاک۔ واوِ عاطفہ کا اظہار غیر فصیح ہے، البتہ نون، دال اور قاف مضموم پڑھے جائیں گے اور کسرہ اضافت صرف میم کو دیا جائے گا۔

(۲) جب ایک سے زیادہ اضافتیں آتی ہیں تو آخر مضاف الیہ کے سوا جتنے مضاف الیہ آئیں وہ مضاف بھی ہوں گے اور مضاف الیہ بھی جیسے نسیم دہلوی ؎

حسرتوں سے آج تو خالی کوئی دم ہو کسار کھول دے بندِ نقابِ روئے معنیِ بیاں

فقرہ۔ آپ کے نواب کی جاگیر کے باغ کے آموں کے مربے کا تحفہ، اسپِ صبا رفتار دارائے کشور ایران جنت نشاں رشکِ

بادِ بہاریست۔

یاد رہے کہ اضافتوں کا لگاتار لانا جس کو توالیِ اِضافت کہتے ہیں خلافِ فصاحت ہے۔

(۳) کبھی مضاف اور مضاف الیہ دونوں مرکب ہوتے ہیں جیسے نوّابِ عظمت مدار کی دُختَرِ نیک اختر۔ پیارے نبی کے پیارے حالات۔ یارِ غدّار کی چشمِ سیاہ کار۔

(۴) کبھی مضاف محذوف ہوتا ہے جیسے بحر ؎

اپنی کہتے ہو غضب ہے اور کی سنتے نہیں کان بہرے کرکے صاحب کیا زباں آور بنے

اپنی یعنی اپنی بات۔ اور کی یعنی اور کی بات۔ داغ ؎

دیکھا ہے بُت کدے میں جو اے شیخ کچھ نہ پوچھ ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا

بدہ بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سُنے ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

میری یعنی میری نصیحت یا بات کبھی مضاف الیہ حذف کردیا جاتا ہے جیسے رشک ؎

زلفِ بُتاں کے شوق میں ہستی وَبال ہے یاد کمر سے آئینۂ دِل میں بال ہے

یعنی عاشقوں کی ہستی۔ مومن ؎

اجازت ہو تو پھر آؤں وطن میں پھروں آوارہ کیوں دشتِ محن میں

یعنی اپنے وطن میں۔ اسیر ؎

برآئیں آرزوئیں سب اپنی آرزو اتنی    خداوندا نہ ہوتا زیست کوئی آرزو ہم کو
یعنی اسیر کی سب آرزوئیں بر آئیں ۔

(۵) فارسی میں کبھی را اضافت کا کام دیتا ہے جیسے بادشاہ را وزیرے بود یعنی وزیرِ بادشاہ بود + یاد رہے کہ ایسی صورت میں مضاف کا آخر حرف ساکن ہوتا ہے اسی طرح اردو میں لفظ (کو) علامت اضافت (کا) کی جگہ مستعمل ہوتا ہے ۔ جیسے جس قدر مجھکو علم ہے یعنی میرا علم ہے ع قبائل کو شیر و شکر کرنے والا یعنی قبائل کا + اس کے برعکس الفاظِ اضافت کا کے کی علامتِ مفعول کو کی جگہ مستعمل ہوتے ہیں جیسے تمام کائنات کا پیدا کرنے والا خدا تعالیٰ ہے یعنی کائنات کو پیدا کرنے والا ۔ مولانا حالی ؎

مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا    قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
نہیں کرتے خِسّت اُڑانے میں اس کے    بہت ہم سخی ہیں لُٹانے میں اس کے

(۶) کبھی مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان صفت وغیرہ بھی داخل ہو جاتی ہے مثلاً زید کا ناھر ماں باپ ۔ ناسخ ؎

منکرانِ آسماں کے قول کو کر دے گی راست    رفتہ رفتہ ایک دن آہِ فلک فرسائے دل

نظم میں فعل بھی آجاتا ہے ۔ حالی ؎

دعوئیں بھولیں سمرقندی و شیرازی تمام    اس قدر اَلوانِ نعمت کے لگائے تو نے خوان

یعنی اَلْوان نعمت کے خوان تونے لگائے۔

(۷) فارسی اِضافت کا استعمال اس وقت صحیح و جائز ہے جب مُضَافَین (مضاف و مضاف اِلیہ)

(الف) دونوں فارسی الفاظ ہوں (ب) ایک فارسی اور دوسرا عربی۔ یا (ج) دونوں عربی الفاظ ہوں جیسے (الف) آبِ زر گلِ رازِ جہاں (ب) نَخلِ دَولت۔ اِعزازِ خاندان (ج) شَرَفُ الدِّین شَمسُ المُلک۔ دارالعلوم۔ غرقِ غیرت۔

(۸) لیکن (الف) فارسی و ہندی (ب) عربی و ہندی۔ یا (ج) ہندی و ہندی الفاظ کے مابین کَسْرَۂ اضافی کا استعمال محض غلط اور ناجائز ہے جیسے (الف) لبِ سَڑک۔ بَچَتِ سرکار (ب) سَطحِ سمندر۔ رُخصتِ تین روز۔ بھتّہِ سَفر (ج) لَہرِ ندی۔ چاکِ گاڑی

ہم سَفر وہ ہے جس پہ جی غش ہے دشتِ غربت مقامِ اَش اَش ہے

لفظ اَش اَش اردو ہے اس لئے فارسی اضافت ناجائز۔

(۹) عربی الف و لام فارسی ہندی وغیرہ الفاظ پر نہیں لگایا جاتا ہے لہٰذا ایسی ترکیبیں خواہ اِضافی ہوں یا دوسری غلط محض ہیں جیسے گنجُ العرش۔ عبدالخواہش۔ عَبدالزمانہ۔ قریبُ المرگ۔ عندالپڑتال

---

ـــ اش اش کرنا بہت ہی پسند کرنا۔ حدِ شوق سے بے اختیار تعریف کرنے لگنا۔ بہت پسند ہونگی ہے وجد کرنا ۱۲

خورشید الملک ۔ بالرّاست وغیرہ۔

(۱۰) عربی مُرکّب اِضافی میں مُضاف پر اَلِف و لام تعریفی نہیں آتا جیسے بَیتُ الحِکمۃ ۔ قاموس العُلوم (اگر القاموس العُلوم کہیں تو غلط محض ہوگا) کریمُ النفس ۔ رفیع الشان ۔

مُرکّب توصیفی میں موصوف اگر مُعَرّف بِاللام ہے یا معرفہ ہے تو صِفت بھی معرف بِاللام ہوگی یا یوں کہو کہ صفت معرف باللام[۱] ہو تو موصوف پر بھی الف لام لانا واجب ہے جیسے اَلعَدالۃُ العالیۃ البیتُ المُقدّس ۔ الآثار البَاقیہ ۔ القاموس الجُغرافی ۔ الصّدارۃُ العظمٰی اَلبَحرُ الاَحمر ۔ اَلحَجَرُ الاَسوَد ۔ الحبلُ المتین وغیرہ۔

اگرچہ عمُوماً یہ ترکیبیں پہلے الف و لام کے بدوں استعمال کی جاتی ہیں اِس طرح عَدالتُ العَالیہ ۔ مَلِکُ العزیز ۔ بیت المُقدّس آثارالباقیہ قاموس الجُغرافی ۔ صدارت العُظمٰی ۔ بَحرُالاَحمر ۔ حجرُالاَسود ۔ حَبلُ المَتین وغیرہ لیکن یہ اصول کے خلاف ہے ۔ غالب ؎

حجرالاَسوَد دیوار حرم کیجئے فرض نافہ آہوئے بیا بانِ خُتن کا کہئے

چھوڑ جائیں گے جہاں میں جو کہ تجھ جیسے نشاں چھوڑ جائیں گے وہی کچھ باقیاتُ الصّالحات

ڈھیلوں سے چُنتا ہوں حِصارِ حَصیں ریشوں کو کر دیتا ہوں حَبلُ المتیں

---

[۱] یعنی صفت پر الف لام داخل ہوا ہو ۔

اگر موصوف اسم مَعْرِفہ ہو جیسا کہ مذکور ہوا تو اس پر الف لام نہیں آتا لیکن صفت مُعَرف بِاللّام ہوگی جیسے۔ ہارُونُ الرَّشید اَرِسْطو اَلفیلسُوف سُلیمانُ الحکیم وغیرہ۔

(۱۱) عربی تراکیب میں عربی رَسْمُ الخَط لازم ہے جیسے عِنَایَۃُ الرحمٰن دَارُالسَّلطَنَۃ۔ یَمِینُ السَّلطَنَۃ۔ فِطْرَۃُ اللّٰہ۔ دَارُالمَسَرَّۃ وغیرہ ان میں تاے زائد ہونے سے چھوٹی لکھی گئی ہے لیکن ان کو لمبی تا سے لکھنا صحیح نہیں۔ اِس طرح۔ عِنَایتُ الرحمٰن۔ دارالسلطنت۔ یمین السلطنت فطرت اللہ۔ دَارالمَسَرت وغیرہ سب غلط ہیں۔

(۱۲) کبھی دو ماضیوں کے درمیان کا کے کی لاکر اسم مفعول یا اسم فاعل کے معنے لیتے ہیں جیسے حالی ؎

یکایک جو برق آکے چمکی عرب کی کھلی کی کھلی رہ گئی آنکھ سب کی

یعنی بہت کھلی ہوئی۔ ذ ؎

یہ بوسیدہ گھر اب گرا کا گرا ہے ستوُن مرکزِ ثقل سے ہٹ چکا ہے

یعنی گرا ہوا ہی ہے اگرچہ اب تک نہیں گرا لیکن گرا ہی چاہتا ہے فقرہ وہ تو آے کا آیا ہے کچھ اور انتظار کرو۔ یعنی کوئی دم میں آنے والا ہے یا آیا ہوا سمجھو

امثلہ کھلی۔ گرا۔ آیا وغیرہ حقیقت میں ماضیاں ہیں بلکہ اسم مفعول

ہیں اور اِن کی علامت ہُوئی ہُوا محذوف ہیں۔

(۱۴) کبھی دو اسموں کے مابین کا کے کی لاکے کثرت کا اظہار کرتے ہیں جیسے جنگل کے جنگل جل کر خاکِ سیاہ ہوگئے۔ ظفر ؎

کہے گا ساقیا کیا مجھسے دیوانے کے پیمانے ، کہ پی جاوں گا میں مستی میں پیمانے کے پیمانے

کا کی کبھی شرکت و شمول کے لئے آتے ہیں مثلاً کھیل کا کھیل اور تعلیم کی تعلیم یعنی کھیل بھی اور تعلیم بھی ؏ دل کا دل رہی کیا پکاں کا پیکاں لے چلا ؎

اس تجارت میں فائدہ ہے تمام دام گٹھلی کے اور آم کے آم

یعنی گٹھلی کے دام بھی وصول ہو جاتے اور آم بھی نفع میں رہ جاتے ہیں

کبھی کا کی تاکیداً مستعمل ہوتے ہیں جیسے سب کے سب قید کرلئے گئے۔ رقم کُل کی کل اُڑادی۔ ہوس ؎

گلوں کا باغِ جہاں میں یارو بچشمِ عبرت کرو نظارا

کہاں ہے جسم اور کہاں سکندر کہاں سلیماں کہاں ہے دارا

یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر

کبھی مضاف الیہ کا کی کے ساتھ مل کر خبر واقع ہوتا ہے اور مضاف اِسم ہوتا ہے جیسے صندوق لوہے کا ہے بجائے لوہے کا صندوق ہے۔ جِلد چمڑے کی ہے فرش مخمل کا ہے وغیرہ نظیر ؎

یا سوانگ کہوں یا رنگ کہوں یا حُسن بتاؤں ہولی کا ہنس دینا ہر دم ناز بھرا دکھلا سج دھج شوخی کا

سب برن تن پر جھمک رہا اور کیسر کا ماتھا ٹیکا　ہر گالی مصری قند بھری ہر ایک قدم ٹھیکلی کا
نہ خواہش پاس بٹھانے کی نہ منت زلف کھلانے کی　نہ غرض مسّی کے ملنے کی نہ محبت پان چبانے کی

متفرّق جملے ۔ غالبِ اوقات ۔ اغلبِ اوقات ۔ اکثرِ اوقات ۔ تینوں اضافت کے ساتھ مستعمل ہیں لیکن بیشتر اوقات (زیادہ اوقات) یا بیشترِ اوقات (= وقتوں کا بڑا حصّہ) اور بیشتر مردم (= بہت سے لوگ) یا بیشترِ مردم (= لوگوں کا بڑا حصّہ) با اضافت اور بلا اضافت دونوں طرح صحیح اور معنیً ایک ہیں + مصلحت آن است ۔ بلا اضافت کیوں کہ ترکیب اضافی نہیں، یہاں مصلحت مسند الیہ ہے اور آن مسند ہے بیم آن بوَد (= اس کا خوف ہے) ۔ اضافت کے ساتھ کیوں کہ اس میں بیم مضاف اور آن (چیز) مضاف الیہ ہے ۔

محبتِ مادر (= ماں کی محبّت) کے دو استعمال ہیں (۱) فاعلی (۲) مفعولی ۔ پہلی صورت میں یہ معنے ہوں گے ۔ وہ محبت جو ماں اپنے بچّے کے ساتھ کرتی ہے ۔ دوسری حالت میں یہ مفہوم ہوگا وہ محبّت جو بچّہ اپنی ماں کے ساتھ رکھتا ہے ۔ اسی طرح زید کا قتل (حالت فاعلی میں) زید کا کسی کو مار ڈالنا اور (مفعولی میں) کسی کا زید کو مار ڈالنا

(۱۴) فارسی جمع اضافت یا توصیف کے بغیر اردو میں جائز نہیں ہے اس اِجمال کی تفصیل اور ابہام کی توضیح یہ ہے کہ فارسی زبان میں

اسمائے جان دار (خواہ مذکر ہوں یا مؤنث) کی جمع عموماً الف و نون سے بنتی ہے جیسے اے مرداں بکوشید تا جامۂ زناں نہ پوشید (گلستاں) سعدی ؎

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا دلِ دشمناں ہم نہ کردند تنگ
تُرا کے مُیسّر شود ایں مقام کہ با دوستانت خلافست و جنگ

بے جان چیزوں کی جمع عموماً ہا اور اَلف سے ہوتی ہے۔ ؎

چو عُضوے بدرد آورد روزگار دِگر عُضوہا را نماند قرار

گل ہائے رنگ رنگ سے ہے رونقِ چمن اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

کبھی قاعدہ مذکورہ کے برعکس جانداروں کی جمع کے لئے (ہا) اور بے جانوں کے لئے (الف و نون) لاتے ہیں۔ آتش ؎

دیدار عام کیجئے پردہ اُٹھائیے تا چند بندہ ہائے خدا آرزو کریں

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

گردوں سے کوچ کرنے لگے اخترانِ صبح ہر سو ہوئی بلند صدائے اذانِ صبح

آخر میں (حرف) الف یا واو ہو تو الف و نون سے پہلے ایک (یا) بھی زیادہ کی جاتی ہے جیسے پیشوا۔ پیشوایاں۔ خوش نوا۔ خوش نوایاں عیب جو۔ عیب جویاں۔ خوب رو۔ خوب رویاں۔

---

؎ ی رہا ساہل ایراں کا یہی دستور ہے۔ جمع زباں کے سوا کوئی کلیہ نہیں بنایا جا سکتا

اگر واوِ معروف نہ ہو تو عام طور پر صرف الف و نون زیادہ
کیا جائے گا۔ اِنشا ؔ

رَہروانِ عشق نے جس دم عَلَم آگے دھرا سِدرہ کے سائے میں دم لے قدم آگے دھرا

آخر میں ہائے مختفی ہو تو علامت الف و نون زیادہ کرنے سے پہلے
ہا کو گاف سے بدل دیتے ہیں مثلاً آزادہ۔ آزادگاں۔ باشندہ
باشندگاں۔ دیوانہ۔ دیوانگاں۔ نسیم ؔ

اُفتادگانِ خاک کو پابوسی کا ہے شوق رکھنا قدم رہیں یہ ذرا یار دیکھ کر

اہلِ زباں بعض دوسرے الفاظ میں بھی جن کے آخر ہائے مختفی
نہیں ہوتی گاں لگاتے ہیں جیسے نیا (دادا۔ نانا) سے نیاگاں۔
یارگاں۔ نظامی ؔ

چنیں رسمِ پاکیزہ و راہِ راست رہِ ما و رسمِ نیاگانِ ماست

آخر میں ہائے اصلی ہو تو وہ علامت جمع (ہا) زیادہ کرنے پر قائم رہتی
ہے جیسے گرہ گِرہ ہا۔ ناسخ ؔ

پارہ ہائے دل سوزاں مری آنکھوں میں نہیں دیکھے ہیں روزنِ مجمر سے یہ اخگر باہر

سیرِ چمن نے اور بھی دِل کو کیا اُداس ہے یار شورِ زاغ ہوئے خندہ ہائے گل

لیکن ہائے مختفی عموماً حذف کردی جاتی ہے جیسے نامہ (خط)۔ جامہ
(لباس)۔ گوشہ (کونا)۔ پارہ (قطعہ) کی جمع نامہا۔ جامہا۔ گوشہا۔ پارہا

لیکن مناسب یہی ہے کہ (ہا) علامت جمع سے پہلے ہائے مختفی بھی باقی رکھی جائے تا نامہ (اسم) - جامہ (شراب کا پیالہ) گوش (کان) بار (مرتبہ) وغیرہ کی جمع ناہا - جاہا - گوشہا - بارہا سے جو التباس واقع ہوتا ہے وہ رفع ہو جائے یعنی نامہ ہا - جامہ ہا - گوشہ ہا - بارہا وغیرہ لکھنا اَنْسَب ہے -

جمع کا عام قاعدہ ہے کہ مذکر کے آخر ہائے مختفی ہو تو اُسے یائے مجہول سے بدل دیتے ہیں جیسے تختہ - تختے - کرشمہ - کرشمے - لیکن اضافت کی صورت میں ہائے مختفی (یا) سے نہیں بلکہ ہمزہ (مُلَیّنہ) سے بدل جائے گی جیسے دانہ کی جمع دانۂ بے حقیقت - پیمانہ کی جمع پیمانۂ عشق - افسوس ؎

گئے پار فلک کے یہ نالۂ سب ترے دل میں ذرا بھی اثر نہ ہوا

پھر تو اُن دل فگاروں نے باہم چھیڑے افسانۂ مصیبت و غم

ہم غریبوں کو بھی مل جاتے ہیں پیمانۂ عشق یا رب آباد رہے صحبت مے خانۂ عشق

دل میں تھے قطرۂ خوں چند سو مانندِ انار نہ رہے وہ بھی جب اُلفت نے نچوڑا ہم کو

مذکورہ بالا مثالوں سے واضح خاطر ہے کہ فارسی زبان میں اسما کی جمع (ان - ہا - یاں - گاں) کے ساتھ بلا ترکیب و با ترکیب اضافی و توصیفی دونوں طرح مستعمل اور جائز ہے لیکن اردو زبان میں

فی زمانِنا کسی قسم کی فارسی جمع ترکیبِ اضافی و توصیفی کے بغیر ناجائز ہے یعنی جب تک اسمِ مُضاف[1]، مضاف[2] الیہ یا مَوصوف[3] واقع نہ ہو اس کی فارسی جمع صحیح نہ ہوگی لہٰذا یاد رہے کہ فقط ترکیب میں فارسی جمع کا استعمال کیا جائے ورنہ ہندی جیسے (۱) مردانِ خدا (خدا کے مرد)۔ گُل ہائے مضامین۔ (مضمونوں کے گل)۔ بے نوایانِ مَحبت (مَحبت کے بے نوا) باشندگانِ ہند (ہند کے باشندے) (۲) نصیحت بُزرگاں (بزرگوں کی نصیحت) سنگِ طِفلاں فریاد دِل ہائے حزیں۔ عاشقِ پیچیدہ مُویاں۔ خیالِ رفتگاں (۳) رِندانِ بے ریا (بے ریا رند) گُہر ہائے آب دار (آب دار گُہر) باشندگانِ قدیم (قدیم باشندے)۔ قصیدہ گویانِ ہندی (ہندی قصیدہ گو)۔

فائدہ۔ بعض اُدَبا اضافی و توصیفی کی طرح عطفی ترکیب میں بھی فارسی جمع کا استعمال کرتے ہیں مثلاً میرانیس ؎

چلّائے گُرگ و شیر و غزالان و مار و مور ہے بازوئے حُسینؑ میں دستِ خدا کا زور

فقرہ۔ میرے اطفال اور عزیزان و احباب بہ کمالِ اِخلاص و نیاز داوجب گزار ہیں۔ (مکتوبات منشی امیر احمد امیر مغفور)۔ فقرہ تمام متعلقین و وابستگاں کے لئے مُوجبِ زیاں و باعثِ نقصان ہے (شمس العلما نذیر احمد) میں غزالاں، عزیزاں، اور وابستگاں جمع کا جو

استعمال کیا گیا ہے، ہماری ناقص رائے میں اس کا ترک مستحسن ہے
واللہ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب)۔

فائدہ ۔(ہا) فارسی علامتِ جمع کو بعض اَصحاب اردو میں استعمال کرنے سے احتراز کرتے ہیں بلکہ افعال ہی سے اسم کی جمع ہونے کا اظہار کرتے ہیں مثلاً

ع "داغ ہائے عشق روشن ہو گئے" کی جگہ

ع "میرے داغِ عشق روشن ہو گئے" کہتے ہیں لیکن ایسا خیال کچھ مفید نہیں بلکہ توسیعِ زبان کے منافی ہے

مندرجہ ذیل اشعار میں فارسی جمع ترکیب اِضافی کے ساتھ استعمال کی گئی ہے، اس لئے بالکل صحیح ہے :۔ غالب ؎

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا — صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

ہوئے سیرت سے ہیں مردانِ دلاور ممتاز — ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں تیہاز بیچیل

دنیا کو تھوکتے نہیں مردانِ راہِ عشق — ناصر رکھیں آنکھوں پہ اس پیرزن کے پاؤں

پھولے نہیں سماتے ہیں مرغانِ بوستاں — اڑتی ہوئی خبر جو سنی ہے بہار کی

حضورِ شاہ میں اہلِ سخن کی آزمائش ہے — چمن میں خوش نوایانِ چمن کی آزمائش ہے

عیب جویانِ ہنر ڈھونڈتے ہیں عیب اسیر — جو ہنرمند ہیں وہ دادِ ہنر دیتے ہیں

کس کی سنیں ہیں خاک نشینانِ راہِ عشق — گوش اپنے کر دیے اتنے کہ ہوں گوشِ نقشِ پا

۴۵ مصحفی افتادگانِ خاک کو پابوسی کا ہی شوق رکھنا قدم زمیں پہ ذرا یار دیکھ کر

امانت میانِ شاخساراں صحبتِ مرغِ چمن کب تک؟ ترے بازو میں ہی پروازِ شاہینِ قہستانی

ناسخ یہ ہوں تا پردہ ہائے گوشِ خریج رہیں سالم ہمیشہ اور صحیح

غالب وفائے دلبراں ہے اتفاقی ورنہ اے ہمدم اثر فریادِ دل ہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے

قدیم و متوسط شعرائے اردو میرؔ، سوداؔ، سوزؔ، دردؔ، انشاؔ، جرأتؔ، ناسخؔ، آتشؔ، نصیرؔ، ذوقؔ، غالبؔ، انیسؔ، دبیرؔ وغیرہم نے فارسی کی تقلید سے بلا ترکیبِ اضافی و توصیفی بھی فارسی جمع کا استعمال کیا ہے، لیکن یہ اب بالکل متروک و ناجائز ہے تعجب ہے کہ بعض معاصر اردو انشا پرداز و شعرا اب تک اسی متروک جادۂ قدیم پر گام زن ہیں جو ان کی ناواقفیت کی دلیل ہے۔

مندرجۂ ذیل اشعار متروکات و اغلاط کی مثالیں ہیں۔

میر دل چلے جاتے ہیں خرام کے ساتھ دیکھی چلنے میں ان بتاں کی ادا

سوز ناسہ جبریں پھٹ گئی چھاتی تو یہاں سے فریاد کو پہنچا نہ کوئی راہ رواں ہے

سودا تجھ نعرۂ عصب کی یہ صولت ہے کہ جس بیصل ہوں زہرۂ بحر کے باشندگاں تمام

آتش رفتگاں کا بھی خیال اے اہلِ عالم کیجئے عالمِ ارواح سے صحبت کوئی دم کیجئے

میر ہے دینِ سر کا دیا گردن پہ اپنی خوباں جیتے ہیں تو تمہارا یہ قرض ادا کریں گے

ذوق کبھی تو صلح بھی ہو جائے زہد و مستی میں الٰہی شیخ بھی میخوار ہوں مغاں کی طرح

(۱۱)

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

ہم تو پامالِ جنوں مر کے بھی اے جاں ہو گئے خاک کا یا لا بسا کھیلتے طفلاں ہو گئے

تمیزِ بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

افتادگاں کو بے سر و ساماں نہ جانیو داماں خاک ہوتا ہے رو پوشِ نقشِ پا

ناسازیِ ہوائے فلک نیکواں سے دیکھ ہے روئے گل طپانچۂ بادِ صبا سے لال

ستم کش مصلحت سے ہوں کہ خوباں تجھ پہ عاشق ہیں تکلف بر طرف مل جائے گا تجھ سا رقیب آخر

مرکبِ اضافی میں تذکیر و تانیث اور واحد و جمع کا استعمال مضاف کے اعتبار سے کیا جاتا ہے خواہ یہ ترکیب اردو یا فارسی ہو خواہ عربی جیسے

زلف کا سودا جو ہے جنگل کی یوں کرتا ہوں سیر اژدہے کی ہے سواری اور کوڑا سانپ کا

پھیلا ہوا تھا نورِ سحر ارض و سما میں مصروف تھی سب خلق خدا یادِ خدا میں

تو نے شہبازِ نگہ کو جو ادھر چھوڑ دیا ہم نے بھی طائرِ دل باندھ کے پر چھوڑ دیا

آیا تھا سوئے حشر میں تصریح کے لئے یاں تو شروع پرسشِ اعمال ہو گئی

چھپ گئی تصنیفِ استادِ جلالِ نامور کھنچ گئی تصویرِ اندازِ کمالِ ساحری

ق

آپ کا حسنِ تکلم آپ کی تحقیقِ فن رونقِ بزمِ سخن ہے جانِ نظمِ شاعری

کٹتی کسی طرح سے نہیں یہ شبِ فراق شاید کہ گردش آج تجھے آسماں نہیں

فقرے دہلی انگریزی ہندوستان کا دارالحکومت ہے۔ لودھ مت میں انسان کا چراغِ حیات جو بار بار گل ہوتا اور سلگتا ہے، اس کے افعال حمیدہ کے باعث

ہمیشہ کے لئے سمجھ جائے تو اس انطفائے دائمی کا نام نِرْوان ہے۔

یاد رہے کہ مُضاف الیہ کے لحاظ سے تذکیر و تانیث وغیرہ کی مُتابعت غلطِ محض ہے مثلاً فقرے، تمام فوج نادر خاں کی زیر کمان تھی۔ کل ارکان کی اتفاق رائے سے شعار احمد کی حسنِ خدمت کا صلہ حلمی کی حُسنِ تدبیر، وکیل کی عدمِ پیروی سے۔ قانون کی عدمِ پابندی سے۔ انگریزوں کی ظل حمایت ہیں۔ اِصفہان دولت صفویہ کی دارالسلطنت تھی تبدیل وقت ہوگیا وغیرہ سب غلط ہیں اس طرح کہنا صحیح ہے۔ تمام فوج نادر خاں کے زیر کمان تھی۔ کُل ارکان کے اتفاقِ رائے سے شعار احمد کے حُسنِ خدمت کا صلہ حلمی کا حُسنِ تدبیر۔ وکیل کے عدم پیروی سے قانون کے عدم پابندی سے۔ انگریزوں کے ظلّ حمایت میں۔ اِصفہان دولتِ صَفویہ کا دارالسلطنت تھا سبدل وقت ہوگئی وغیرہ اس لئے کہ زیر، اتفاق، حُسن، عدم، ظِل۔ دار تذکر اور تبدیل مونث ہے ضِیق (تنگی) بالاتفاق مونث ہے لیکن تعجب ہے کہ جناب جلیل اور مؤلفِ فرہنگ آصفیہ نے ضِیقُ النَّفَس (دمہ) کو مذکر لکھ دیا ہے۔

لفظ مُشْت (مٹھی) بھی بالاجماع مؤنث ہے لیکن اضافی ترکیبوں میں جب یہ مضاف ہوتا ہے تو تذکیر و تانیث وغیرہ کا لحاظ اس کے مضاف الیہ کے مطابق ہوتا ہے مثلاً مُشتِ خاک کو مؤنث اور مُشتِ غبار، مُشتِ پر

شعراء [illegible] مشت خاک وغیرہ کو مذکر استعمال کرتے ہیں ۔

[illegible] عاشق کا مشت خاک    ایک لحظہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

نشاں کچھ اور نہ پایا چمن میں بلبل کا    پڑے تھے مشتِ پر اک جا پہ آشیاں کے تلے

اگر لفظِ مُشت مُمَیَّز اور بلاکسرہ واقع ہو تو استعمال دُرُست ہے جیسے ایک مُشت خاک اڑادی ۔ کیونکہ تذکیر و تانیث وغیرہ کی تطبیق تمیز کے ساتھ ہوتی ہے ۔ غرض مذکورہ بالا مُشت کے استعمال کو جو اصولاً غلط ہے، جوازِ شعری کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ۔

اردو میں جب مضاف مؤنث کو مضاف الیہ سے پہلے لاتے ہیں تو بعض اصحاب علامت اضافت مذکر استعمال کرتے ہیں جیسے :

جب تک تھے گرہ میں احمقوں کے پیسے    سب کہتے تھے ان کو آپ ایسے ایسے

مفلس جو ہوئے تو پھر کسی نے اے ذوق    پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے تیسے

یعنی احمقوں کی گرہ میں ۔ اسی طرح بلا اجازت سررشتۂ تعلیم کے یعنی سررشتۂ تعلیم کی بلا اجازت اور بادشاہوں سے بجائے محبّت کے نفرت ہی کے موقع زیادہ آتے رہتے ہیں یعنی محبت کی بجائے ۔

مانند تیر کے یا تیر کی مانند وغیرہ ممنوں سے

۵۸ ضربتِ تیغ سے لرزے ہی ترے کوہ کا دل ہووے ہیبت سے ترے رنگِ رخِ گردوں فق

یوں عدو خشک ہے میداں میں تری ہیبت سے جس طرح عرصۂ شطرنج میں ہووے بیدق

تذکیر و تانیث کے بیان میں ان تمام مباحث کو بہت تصریح و تفصیل سے لکھا ہے وہاں دیکھیں۔

اِختصاراً اس قدر بیان کرنا ضروری ہے کہ عربی میں مُنادیٰ مُفرد ہو تو مرفوع ہوتا ہے یعنی اس کے آخر پیش لاتے ہیں جیسے یا محمدُ یا اللہُ - یا ربُّ - لیکن مرکبِ اضافی پہ حرفِ ندا داخل ہو تو مُضاف منصوب ہوتا ہے یعنی مُضاف کے آخر فتحہ دیتے ہیں جیسے یا عبدَ اللہ رَبَّنا - یا رسولَ اللہ (بہ فتح لام صحیح و بہ ضم لام غلط)

اثر یا رسولَ اللہ جلدی آئیے لشکرِ اندوہ میں ہم گھر گئے

معصوم علی • ہیں ترے حکم کے الٰہ العالمین ایک قائل ہیں سکتا کہیں

اکبر رَبَّ العِباد نعمت فکر عطا ورے ہیں ذکر عطا ورے

ثانی یا مَلِکَ الصَّمات یا تستر القوی فیک دلیلٌ علی الحق حَدُّ الوَرٰی

مولانا جامی یا رسولَ الالٰہ خذ بیدی ما لعجزی سواک مستندی

شیخ ابو الفضل علامی پسر شیخ مبارک ناگوری وزیرِ اعظم شہنشاہ اکبر

یا اَزَلِیَّ الظُّہور یا اَبَدِیَّ الخَفَا نورُک فوقَ النظر حُسنُک فوق الثنا

# دُوَلِ اسلامیہ

یہ نہایت مستند و معتبر اسلامی تاریخ ہے جس کو علامۃ العصر
مؤرخِ اسلام مولانا سید مختار احمد مصنف القاموس الجغرافی نے
تیس (۳۰) سال کے وسیع مطالعہ کے بعد تصنیف کیا ہے یہ کتاب
دوسو باسٹھ اسلامی خاندانوں پر مشتمل ہے جنہوں نے آغاز اسلام
سے اب تک ممالکِ مندرجہ ذیل میں فرماں روائی کی ہے عرب،
عراق، شام، اندلس، فرنسا، ایطالیہ (اٹالیہ) بلاد بربر (مراکش،
الجزائر، تونس، طرابلس الغرب) مصر، نوبہ، حبشہ، صومال
(سومال) زنجبار (زنگبار) سودانِ مصری، سودانِ غربی (فرانسی)،
صحرائے کبریٰ (ریگستانِ اعظم) جزائر بحر متوسط قبرص، اقریطش
(کریٹ) مالٹہ، صقلیہ (سسلی) سردانیہ، قورسقہ (کورسیکا) بالیارہ
(میورقہ، منورقہ، یابسہ) الجزیرہ (مابین النہرین دجلہ والفرات)
آذربائیجان، کردستان، آرمینیہ، داغستان (اران، شیروان،
گرجستان)، بلاد الروم، ترکیہ، شبہ جزیرہ بلقان، اغریق (یونان)
بلغاریہ، رومانیا (افلاق و بغدان) صربیا، قراطاغ، البانیا،
ہرسک، بوسنہ، آرول (ترانسلوانیا) ایران، افغانستان،

بلوچستان، ماوراء النہر، توران (ترکستان)، منغولستان، سیبریا (سبیریا)، بلغار (صرای)، حاجی ترخان (آستراخان)، قرم (کریمیا)، قازان، روسیہ، ہندوستان، جزائر بحر ہند (محل دیپ (مالدیپ)، لکادیپ (لکش دویپ)، جزائر قمر)، جزائر ملایو (ملایا)، جاوہ وغیرہ

اس تاریخ میں کئی ہزار تاریخی و جغرافی اسما آئے ہیں جو نہایت تحقیق و تصحیح سے لکھے گئے ہیں، ان تمام ناموں اور دوسرے مشکل لفظوں پر صحیح صحیح اعراب لگائے گئے ہیں، مختصر یہ کہ اس سے زیادہ کوئی مکمل و معتبر اسلامی تاریخ کسی زبان میں ہنوز نہیں لکھی گئی ہے، عن قریب شائع ہونے والی ہے۔

## مختار الصرف

یعنی

### (تصریف انگریزی و اردو)

اس میں ایک ہی مصدر (دیکھنا) سے انگریزی اور اردو میں اٹھارہ سو تیئس صیغے اور ان کی مثالیں لکھی گئی ہیں۔ مشاہیر علما اور حکام سرکاری نے انگریزی کو جلدی و آسانی جاننے کیلئے اس کتاب کا پڑھنا بہت ہی ضروری اور نہایت ہی مفید بتایا ہے۔ مصنفہ عالیجناب جامع العلوم حاوی علوم مشرقیہ و مغربیہ مولینا علامہ سید مختار احمد صاحب ایم اے، حلمی نامپلی (۲۲۱) حیدرآباد دکن

ہیئہ (ہندسہ۔ جبر و مقابلہ۔ حساب مثلثات بسیطہ و کرویہ وغیرہ) حیلیات ست
انتقال تحلیلی و مساوی۔ علوم طبیعۂ عامہ۔ تجربیہ فلسفۂ طبعیہ اور اس کی فروع (خواص
ہ و خاصہ۔ صوت۔ حرارت۔ نور۔ مقناطیسیت۔ برقیت وغیرہ) علم الافلاک
ب) و نجوم اور اُس کے اقسام (وصفی۔ عملی۔ کروی۔ بحری۔ طبیعی) علم ظواہر جویہ۔
ہما۔ (مدنی، عضوی) علم حیات عامہ (نباتات و حیوانات) علم طبقات الارض
اریخ طبیعی) علم الانسان علم الاقوام علم عادیات معتقدات آثار قدیمہ و علم الکتابات
مریہ۔ اثوریہ یا آشوریہ۔ کلدانیہ۔ بابلیہ عبرانیہ۔ یونانیہ۔ رومانیہ۔ ہندیہ
، (اسلامیہ وغیرہ) علم تاریخ (قدیم۔ جدید۔ خصوصی و عمومی) فلسفۂ تاریخ۔ طریقہ
یہ۔ علم جغرافیہ (فلکیہ۔ ریاضیہ۔ طبیعیہ سیاسیہ اقتصادیہ۔ انسانیہ۔ تاریخیہ
لیہ) علم اقتصاد سیاسی علم الاجتماع علم طب اور اس کی فروع { تشریح
ح مقابلہ علم افعال الاعضا (وظائف الاعضا) علم الامراض۔ ادویہ مفردہ
لیتیہ وغیرہ} علم الٰہیات مذاہب و ادیان۔ علم الاساطیر۔ فنون مستطرفہ
یہ) موسیقی۔ مصوری۔ حکاکی۔ مجسمہ سازی۔ علم حسن و جمال۔ طرز عمارت
یہ اسمہ و عمارات۔ فنون ادبی۔ قوانین و سیاسیات (قوانین رومیہ قدیمہ
، افرنگیہ جدیدہ شرائع اسلامیہ) صحافت (جرنلزم) فنون عسکریہ
بحری ہوائی) فن تجارت۔ فن سیاحت (مراکب ہوائیہ) مصنوعات و حرفت
اعل۔ معادن عمومیہ۔ احصائیات (اعداد و شمار) علم نقود و مسکوکات۔
ت و تفریحات (کھیل تماشے) وغیرہ وغیرہ۔

راقم، علمی شریک معتمد مجلس تقدم العلوم۔
نامپلی۔ حیدرآباد دکن

۵۸ بلوچستان، ماوراء النہر، توران (ترکستان)، منغولستان، سبریا (سیبریا)، بلغار (صرای)، حاجی ترخان (آستراخان)، قرم (کریمیا) قازان، روسیہ، ہندوستان، جزائر بحر ہند (محل دیپ (مال دیپ) لکا دیپ (لکش دویپ) جزائر قمر) جزائر ملایو (ملایا) جاوہ وغیرہ اس تاریخ میں کئی ہزار تاریخی و جغرافی اسما آئے ہیں جو نہایت تحقیق و تصحیح سے لکھے گئے ہیں، ان تمام ناموں اور دوسرے مشکل لفظوں پر صحیح صحیح اعراب لگائے گئے ہیں، مختصر یہ کہ اس سے زیادہ کوئی مکمل و معتبر اسلامی تاریخ کسی زبان میں ہنوز نہیں لکھی گئی ہے، عن قریب شائع ہونے والی ہے۔

## مختار الصّرف

یعنی

(تصریف انگریزی و اُردو)

اس میں ایک ہی مصدر (دیکھنا) سے انگریزی اور اردو میں اٹھارہ سو صیغے بنے ہیں اور ان کی مثالیں لکھی گئی ہیں۔ مبتدی طلبا اور خدام سرکاری نے انگریزی کی روانی و آسانی حاصل کرنے کیلئے اس کتاب کا پڑھنا بہت ہی ضروری اور نہایت ہی مفید ثابت ہوگا۔ مصنفہ ماہر علوم مشرقیہ و مغربیہ مولینا علامہ [illegible] مختار احمد صاحب [illegible] ایم اے [illegible] (۱۲) حیدرآباد دکن

ریاضیّہ (ہندسہ۔ جبر و مقابلہ۔ حساب مثلثات بسیطہ وکرویّہ وغیرہ) حیلیات۔ علم انتقال تحلیلی و سماوی۔ علوم طبیعیّہ عامّہ۔ تجربیّہ۔ فلسفۂ طبیعی اور اس کی فروع (خواص عامّہ و خاصّہ۔ صوت۔ حرارت۔ نور۔ مقناطیسیّت۔ برقیّت وغیرہ) علم الافلاک (ہیئت) و نجوم اور اس کے اقسام (وضعی۔ تملی۔ کروی۔ بحری۔ طبیعی) علم ظواہر جوّیہ۔ علم کیمیا۔ (معدنی و عضوی) علم حیات عامّہ (نباتات و حیوانات) علم طبقات الارض (یا تاریخ طبیعی) علم الانسان علم الاقوام علم عادیات متعلقات آثار قدیمہ و علم الکتابات (مصریّہ۔ اثوریّہ یا اشوریّہ۔ کلدانیہ۔ بابلیّہ۔ عبرانیّہ۔ یونانیّہ۔ رومانیّہ۔ ہندیّہ عربیہ (اسلامیہ وغیرہ) علم تاریخ (قدیم۔ جدید۔ خصوصی و عمومی) فلسفۂ تاریخ۔ طریقۂ تاریخیہ۔ علم جغرافیہ (فلکیہ۔ ریاضیہ طبیعیہ سیاسیہ اقتصادیہ۔ انسانیہ۔ تاریخیہ تحلیلیہ) علم اقتصاد سیاسی علم الاجتماع علم طب اور اس کی فروع {تشریح تشریح مقابلہ علم اعمال الاعضا (وظائف الاعضا) علم الامراض۔ ادویہ مفردہ مواد طبیہ وغیرہ} علم الٰہیات مذاہب و ادیان۔ علم الاساطیر۔ فنون مستطرفہ (لطیفہ) موسیقی۔ مصوری۔ حکاکی۔ مجسمہ سازی۔ علم حسن و جمال۔ طرز عمارت ہندسہ اسمہ و عمارات۔ فنون ادبی۔ قوانین و سیاسیات (قوانین رومیہ قدیمہ قوانین امریکیہ جدیدہ شرائع اسلامیہ) صحافت (جرنلزم) فنون عسکریہ (بری بحری ہوائی) فن تجارت۔ فن سیاحت (مراکب ہوائیہ) مصنوعات وحرفتیں اور مشاغل۔ معارف عمومیہ۔ احصائیات (اعداد و شمار) علم نقود و سکوکات۔ آلعاب و امر جات (کھیل تماشے) وغیرہ وغیرہ۔

ناشر علمی شعبۂ معتمد مجلس تقدم العلوم
نامپلی، حیدرآباد دکن

THE MOST COMPREHENSIVE AND AUTHORITATIVE

# URDŪ GRAMMAR

(FASCICULATION)

# IDĀFAT

(The Genitive or Possessive Case)

*NAMED*

## M'IYĀR-UL-FASĀHAT FĪ TASHRĪH-IL-IDĀFĀT

*A Golden Treasury and Precious mine of Fundamental Principles and Essential Rules (with Illustrations from the Standard Authors) of the Urdu Language and Literature*

BY

Allamat-ul 'Asr, Saiyid Mukhtār Ahmad, Dr Johnson of the Urdu Language and Literature, Secretary of Madjlis e Takaddum ul 'ulum and the Geographical Society Author of the English Urdu Scientific and Literary Dictionary, Duwal e Islāmiya (Muhammadan Dynasties) Kāmus ul Aghlat A Lexicon of the Holy Korān The Conjugation of the Verb (English-Urdu), The Encyclopaedic Dictionary of the Oriental, Occidental, Ancient and Modern Geography &c &c

*Edited and published by* S A HILMĪ,

Nampalli, Haidarabād Dakhan